نبیِ کریم ﷺ سے محبّت

اور اُس کی علامتیں

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

نبی کریم ﷺ سے محبت

اور اُس کی علامتیں

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور
اسلام آباد

اشاعت ———— 2012ء

قیمت ———— -/120 روپے

اہتمام ———— قدوسیہ اسلامک پریس
Tel # 042-37351124,7230585
Cell# 0321-7351350

پاکستان میں ملنے کے پتے

دار النور
اسلام آباد
Mobile: 0333-5139853 , 0321-5336844
V-Phone: 051 - 2575158

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585
E-mail: info@quddusia.com
www.QUDDUSIA.com

سعودی عرب میں ملنے کے پتے

مکتبہ بیت السلام
الریاض 11474 سعودی عرب
Phone: 4381122-4381155 Fax: 4385991
Mobiles: 0505440147-0542666646
0532666640

دار الفرقان
الریاض سعودی عرب
Phone & Fax: 4354686
Mobiles: 0507419921-0508176378
0553093117

متحدہ عرب امارات میں ملنے کا پتہ

دار السلام، شارجہ
Phone: 00971 6 5632623
Fax: 5632624

فہرست موضوعات

نبی کریم ﷺ سے محبت کی پہلی علامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[1]

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[2]

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾[3]

أما بعد!

نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام مخلوق سے زیادہ محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس طرح محبت کرنے کے دنیا اور آخرت میں گراں قدر فائدے اور عظیم ثمرات ہیں۔

لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ بہت سے مسلمان اس بارے میں کوتاہی کا شکار ہیں بلکہ ان کی ایک

---

[1] سورة آل عمران / ۱۰۴ [2] سورة النساء / ۱

[3] سورة الاحزاب / ۷۰ - ۷۱

بڑی تعداد آنحضرت ﷺ سے محبت کی حقیقت اس کے تقاضوں اور علامتوں ہی سے غافل ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کے اہم موضوع کے بارے میں صحیح اور حق بات پیش کرنے کے ارادے سے اس کتابچے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے درج ذیل سوالات کے جوابات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

ا: نبی کریم ﷺ سے محبت کا حکم کیا ہے؟

ب: نبی کریم ﷺ سے محبت کے دنیا و آخرت میں کیا فوائد و ثمرات ہیں؟

ج: نبی کریم ﷺ کی محبت کی علامات کیا ہیں؟

د: حضرات صحابہ آنحضرت ﷺ سے محبت کی علامتوں کے اعتبار سے کیسے تھے؟

ہ: ہم آنحضرت ﷺ سے محبت کی نشانیوں کے اعتبار سے کیسے ہیں؟

اس موضوع کے متعلق گفتگو کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مبحث اول: نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت

مبحث دوئم: نبی کریم ﷺ کی محبت کے ثمرات اور فوائد

مبحث سوئم: نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں

اس کے بعد ایک ضروری تنبیہ بعنوان [شان مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں راہِ اعتدال سے نہ ہٹنا] ہے۔

اور آخر میں خاتمہ ہے جس میں کتابچے میں بیان کردہ باتوں کا خلاصہ اور مسلمانان عالم سے اپیل ہے۔

یہ کتاب ابتداء میں مولائے کریم کی توفیق سے عربی زبان میں تحریر کی گئی۔ اب اس کو اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو ترجمے میں محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے مفید اور قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے آمین۔

کتابچے کی پروف ریڈنگ میں عزیزان القدر حافظ حماد الٰہی و حافظ سجاد الٰہی نے تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں علم و عمل اور اخلاص اور دین کی خدمت کی سعادت سے

نوازے- آمین!

کتابچے کی طباعت کے جملہ مراحل عزیزان القدر قدوسی برادران ابوبکر اور عمر فاروق نے شوق' محبت اور اخلاص سے نمٹائے۔ اللہ رحیم وکریم ان پر ان گنت نوازشات فرمائے اور انہیں بہترین جزا دنیا وآخرت میں عطا فرمائے- آمین!

اللہ حي و قیوم سے عاجزانہ التجا ہے کہ ناکارے کی اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے- میرے لیے' میرے والدین گرامی قدر' اساتذہ کرام اور سب قارئین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور مجھے' میرے اہل وعیال' بہن بھائیوں' اعزہ واقارب اور سب مسلمان مرد وعورتوں کو نبی کریم ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے-

انه سميع مجيب وصلى الله تعالى على نبينا و على آله و اصحابه و أتباعه و بارك و سلم.

فضل الٰہی

○○○

مبحث اول

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت

تمہید:

جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ قرآن وسنت کی رو سے ضروری ہے کہ ہر شخص کے دل میں جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اپنی جان' والد' اہل و عیال' مال و دولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ جس کا دل آپ کے ساتھ اس قسم کی محبت سے محروم ہے' وہ عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر دنیا میں' یا آخرت میں' یا دونوں ہی میں عذاب نازل ہونے کی وعید ہے۔ قرآن وسنت میں اس بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے' اس کا مختصری تشریح کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(ا) نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت:

جناب رسول کریم ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

روى الامام البخاري عن عبدالله بن هشام رضي الله عنه قال: كنّا مع النبي ﷺ وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال له عمر رضي الله عنه: ((يا رسول الله! لأنت أحب إليّ من كل شيء إلاّ من نفسي)). فقال النبي ﷺ: **((لا، والذي نفسي بيده! حتى أكون أحبّ إليك من نفسك))**.

فقال له عمر: ((فإنّه الآن والله! لأنت أحبّ إليّ من نفسي)).

فقال النبي ﷺ: ((الآن یا عمر)) [1]

امام بخاری حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے' آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! یقیناً آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔''

آپ ؐ نے فرمایا: ''نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اب بات بنی ہے۔''

علامہ عینی نبی کریم ﷺ کے قول مبارک [لا' والذی نفسي بیده! حتی أکون أحب إلیك من نفسك] کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تیرا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک تیرے نزدیک میں تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ قرار پا جاؤں [2] ۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک [الآن یا عمر] کی شرح میں علامہ عینی فرماتے ہیں: ''یعنی تمہارا ایمان اب کامل ہوا۔'' [3]

مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق وامین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ کا

---

[1] صحیح البخاری ۵۲۳/۱۱

[2] ملاحظہ ہو: عمدۃ القاریٔ ۱۶۹/۲۳

[3] ملاحظہ ہو: مرجع سابق ۱۶۹/۲۳

مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب وعزیز ہونا ضروری ہے حالانکہ آپ کی ذاتِ گرامی اس درجہ رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شبہ سے بلند وبالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔[1]

(٢) نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے والد اور بیٹے سے بھی زیادہ محبت کرنے کی فرضیت:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

روى الامام البخاری عن ابی ہریرة رضی اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: ((**فوالذي نفسي بيده لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده**)).[2]

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا' جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

اس حدیث میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمائی قسم کھا کر فرمائی تاکہ امت کے سامنے بات کی پختگی واضح ہو کر ان کے دل کی گہرائی میں اتر جائے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں محدثین کرام نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ [الوالد] فرمایا گیا ہے۔ کیا ماں بھی اس میں داخل ہے؟

---

١ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ١/١٤٣

٢ صحيح بخاري ١/٥٨

حافظ ابن حجرؒ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: ''اگر لفظ [الوالد] سے مراد وہ ہے جس کا بچہ ہو تو یہ لفظ باپ اور ماں دونوں کو شامل ہے۔

یا جواب میں یوں کہا جائے گا کہ ماں باپ میں سے ایک کے ذکر کرنے سے دوسرا خود بخود اس میں شامل سمجھا جائے گا۔ جس طرح کہ اضداد میں سے ایک کے ذکر سے دوسرا سمجھا جاتا ہے۔ اس جواب کی روشنی میں [الوالد] کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے اور اس سے انتہائی قریبی افراد مراد ہیں۔ تو گویا نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اس کے انتہائی قریبی لوگوں سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔''[1]

(۳) نبی کریم ﷺ کے ساتھ اہل' مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت:

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اسے اپنے اہل وعیال' مال و دولت اور کائنات کے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہوں۔ اس بات پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

روى الإمام مسلم عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((لا يؤمن عبد حتى أكون أحب إليه من أهله وماله والناس أجمعين)).[2]

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا' جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل' مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

---

[1] فتح الباری ١/٥٩

[2] صحیح مسلم ١/٦٧ ' حافظ ابویعلی نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
(ملاحظہ ہو: مسند ابی یعلی ٧/٨)

(۴) مخلوق میں سے کسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے زیادہ محبت کرنے پر وعید :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور جہاد سے زیادہ محبت اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، برادریوں، مالوں، تجارت یا گھروں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾ ﴾ [1]

ترجمہ: "کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول کریم ﷺ اور ان کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم اس بات کا انتظار کرو کہ اس کے گوناگوں عذابوں میں سے تم پر کس قسم کا عذاب نازل ہوتا ہے۔" [2]

امام مجاہد اور امام حسن اللہ تعالیٰ کے ارشاد [حتی یاتی اللّٰہ بامرہ] کی تفسیر

---

[1] سورة التوبة / ٢٤

[2] مختصر تفسیر ابن کثیر (للشیخ الرفاعی) ۲/ ۳۲۴

میں فرماتے ہیں: ''اخروی عذاب یا فوری دنیوی عذاب''[1]

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:

''یہ انتہائی خوف ناک آیت ہے اس سے زیادہ خوف ناک آیت تم اور کوئی نہ پاؤ گے۔''[2]

امام قرطبی کا فرمان ہے:

''یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کی محبت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے۔''[3]

○○○

---

[1] ماخوذ از تفسیر القرطبی ۸/۹۵-۹۶

[2] تفسیر الکشاف ۲/۱۸۱

[3] تفسیر القرطبی ۸/۹۵، نیز ملاحظہ ہو: أیسر التفاسیر للشیخ الجزائری ۲/۱۷۷

نبی کریم ﷺ کی محبت کے ثمرات وفوائد

تمہید :

یہ تو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری محبت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ناکارہ لوگ آپ سے محبت کریں یا نہ کریں' اس سے آپ کی عزت و عظمت اور رفعت و بزرگی میں نہ کچھ اضافہ ہو گا اور نہ کمی واقع ہو گی۔ وہ تو کائنات کے خالق' مالک' رازق اور نظام چلانے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کا مقام و مرتبہ تو رب ذوالجلال کے ہاں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ جو ان کی اتباع کرے وہ اسے بھی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ مولائے کریم خود ارشاد فرماتے ہیں :

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ [1]

ترجمہ : "کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا' وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

نبی کریم ﷺ سے محبت کا فائدہ محبّ ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سرفراز و سربلند ہوتا ہے۔ ذیل میں اسی موضوع پر قدرے تفصیل سے بفضل رب کریم گفتگو کرتے ہیں :

---

[1] سورۃ آل عمران / ۳۱

(۱) آنحضرت ﷺ کی محبت لذتِ ایمان کا باعث ہے :

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی لذت کے حصول کے کچھ اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ بندہ نبی کریم ﷺ سے ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرے۔ درج ذیل حدیث شریف اسی بات پر دلالت کناں ہے :

روى الشيخان عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:

((ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الإيمان: أن يكون الله و رسوله أحبَّ إليه مما سِواهما، وأن يُحبّ المرء لا يُحبّه إلا للّه، وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يُقذف في النار)).[1]

امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت سے بہرہ یاب ہوگا :

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں، جس سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے، کفر کی طرف پلٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

ایمان کی لذت سے مراد، جیسا کہ علمائے امت نے بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لذت محسوس کرنا، دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنا، اور اسے دنیوی سازوسامان پر ترجیح دینا ہے۔

اللہ اکبر! کتنا عظیم الشان اور بیش قیمت ہے یہ صلہ! اے مولائے کریم ہمیں اس سے محروم نہ فرمانا۔ آمین یارب العالمین!

(۲) نبی کریم ﷺ کا محب آخرت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوگا :

جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی وہ آخرت

[1] متفق علیہ : صحيح البخاري ۱/۶۰، صحيح مسلم ۱/۶۶ (الفاظ صحیح البخاری کے ہیں)

میں آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے:

رویٰ الامام مسلم عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: ((جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: ((يارسول الله! متى الساعة؟)).

قال: ((وما أعددت للساعة؟)).

قال: ((حبّ الله و رسوله)).

قال: ((فإنّك مع من أحببت)).

قال أنس رضي الله عنه: ((فما فرحنا بعد الإسلام فرحًا أشدّ من قول النبي ﷺ: ((فإنّك مع من أحببت)).

قال أنس رضي الله عنه: ((فأنا أحبّ الله و رسولَه و أبا بكر و عمر. رضي الله عنهما فأرجو أن أكون معهم، و إن لم أعمل بأعمالهم)).[1]

امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

"قیامت کب ہے؟"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟"

اس نے عرض کی: "اللہ اور ان کے رسول کی محبت۔"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہ ہوئی جتنی نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی [فانك مع من أحببت] (بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی) سے ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: "میں اللہ تعالیٰ، ان کے

---

[1] صحيح مسلم ۲۰۳۲/٤-۲۰۳۳، امام بخاری نے بھی قریباً ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری ۵۵۳/۱۰

رسول ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ (آخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے۔"

اسی بات پر دلالت کرنے والی ایک اور حدیث شریف درج ذیل ہے:

رواه الشيخان عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال:

((جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: ((يا رسول الله! كيف تقول في رجل أحبّ قومًا ولم يلحق بهم؟)).

فقال رسول الله ﷺ: ((المرء مع من أحبّ)).[1]

امام بخاری اور امام مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے لیکن اس نے اتنے نیک اعمال نہیں کیے جتنے انہوں نے کیے ہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس نے محبت کی۔"

نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی [المرء مع من أحب] سے مراد یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ جنت میں ہو گا۔[2]

اللہ اکبر! نبی کریم ﷺ سے محبت کا ثمرہ اور اجر کس قدر عظیم اور شاندار ہے۔

اے اللہ تعالیٰ! اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت اور اس کا ثمرہ ہمارے نصیب میں فرما۔ آمین یا حي یا قیوم

○○○

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری ۱/۵۵۷، صحیح مسلم ۴/۲۰۳۴ (الفاظ صحیح البخاری کے ہیں)

[2] ملاحظہ ہو: عمدة القاری ۲۲/۱۹۷

مبحث سوئم

نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں

تمہید:

علمائے امت نے قرآن و سنت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و تائید کرنا' آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا' اور آپ کی حیات مبارکہ کے وقت آپ پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ کی محبت میں سے ہے۔“[1]

اسی بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”نبی ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی زیارت ممکن ہو اور کسی کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ دنیوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کے محروم رہنے اور نبی ﷺ کی زیارت سے محروم رہنے میں سے ایک بات کو پسند کر لے تو آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہنا اس پر کسی بھی چیز کے نہ پانے سے زیادہ گراں اور بھاری ہو۔ اور اگر کوئی اس کیفیت سے محروم ہو تو وہ آپ ﷺ کی محبت سے محروم ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی محبت آپ کی زیارت کے حصول اور اس سے محروم ہونے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں آپ کی سنت کی حمایت و تائید' آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع' اور اس کے مخالفوں کی سرکوبی شامل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اس میں داخل ہے۔“[2]

---

[1] ماخوذ از شرح النووی ۲/۱٦

[2] فتح الباری ۱/۵۹

علامہ عینیؒ اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی تابعداری کرنے اور نافرمانی ترک کرنے کا ارادہ ہے اور یہ اسلام کے واجبات میں سے ہے۔"[1]

مذکورہ بالا اقوال سے ہم رسول کریم ﷺ کی محبت کی مندرجہ ذیل علامتیں اخذ کر سکتے ہیں:

۱ - نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔
۲- نبی کریم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت کامل استعداد۔
۳- نبی کریم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔
۴- نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں' وہ اللہ عزوجل کا شکر یہ ادا کرے کہ انہوں نے اس کے سینے میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت ڈالی۔ اور اس بات کا ان سے سوال بھی کرے کہ یہ نعمت ہمیشہ اسے میسر رہے' اور اگر کسی میں یہ ساری علامتیں یا ان میں سے بعض علامتیں موجود نہ ہوں تو وہ روز حساب سے قبل اپنا محاسبہ خود ہی کرلے کہ اس دن سینوں میں چھپے ہوئے کھوٹ ظاہر ہو جائیں گے۔ وہ اب اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کی بے کار کوشش نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والا اپنے ہی آپ کو دھوکا دیتا ہے۔

﴿ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ ﴾[2]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہیں اگرچہ اس کا شعور نہیں رکھتے"

آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

---

[1] عمدة القاری ۱/ ۱٤٤
[2] سورة البقرة / ۹

سیرتوں کے حوالے سے ان علامتوں کے متعلق گفتگو ہو گی اور حسب ضرورت موجودہ دور کے مسلمانوں کے حالات کے متعلق بھی کچھ اشارات ذکر کیے جائیں گے۔ شاید کہ مولائے رحیم و کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت ہمارے سینوں میں ڈال کر دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات و فوائد سے ہم سیاہ کاروں کو بھی نواز دیں۔ انه سميع مجيب

ہر علامت کے متعلق گفتگو ان شاء اللہ تعالیٰ الگ الگ ہو گی۔

○○○

نبی کریم ﷺ سے محبت کی پہلی علامت

نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا

تمہید:

سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ محبت کرنے والے کی سب سے بڑی آرزو اور امنگ اپنے محبوب کا دیدار و وصال ہوتی ہے۔ جناب رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والا بھی چہرۂ انور کے دیدار اور آپ کی صحبت پاک سے فیض یاب ہونے کے لئے بے قرار اور بے چین رہتا ہے۔ اس کی انتہائی تمنا ہوتی ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ کی رفاقت حاصل ہو جائے۔ اگر اس کو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی نعمت اور نبی کریم ﷺ کے دیدار و صحبت میں سے ایک کو چننے کا موقع دیا جائے تو اس کی ترجیح بغیر کسی توقف کے آپ ﷺ کا دیدار ہو گی۔ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کے دیدار اور صحبت پاک سے فیض یابی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ آپ کے فراق کا خدشہ اسے پریشان و مضطرب کر دیتا ہے اور آپ کی جدائی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں کر دیتی ہے۔

ذیل میں جناب رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کے چند ایک واقعات پیش کئے جاتے ہیں تا کہ اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ وہ اس نشانی کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ سے کس قدر محبت کرنے والے تھے۔

(ا) سفر ہجرت میں رفاقت پیغمبر ﷺ میسر آنے پر شدت مسرت سے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رونا:

جناب رسول کریم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے سفر میں اپنا

رفیق سفر بنانے کی بشارت سناتے ہیں۔ یہ سن کر وہ اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اسی واقعہ کی تفصیل درج ذیل حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے:

رویٰ الامام البخاری عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قالت: فبینما نحن یومًا جلوس۔ في بیت أبي بکر رضي الله عنه في نحر الظهیرة' قال قائل لأبي بکر:((هذا رسول الله ﷺ متقنّعًا))۔ في ساعة لم یکن یأتینا فیها۔

فقال أبوبکر: ((فداء له أبي و أمي' والله! ماجاء به في هذه الساعة إلا أمر)).

قالت: ((فجاء رسول الله ﷺ فاستأذن' فأذن له' فدخل. فقال النبي ﷺ لأبي بکر: ((أخرج من عندك)).

فقال أبوبکر: ((إنماهم أهلك بأبي أنت یا رسول الله!)).

قال: ((فإنّي قد أذن لي في الخروج)).

فقال أبوبکر: ((الصحابة بأبي أنت یا رسول الله!)).

قال رسول الله ﷺ: ((نعم)).[1]

امام بخاری زوجہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "جب ہم سورج ڈھلنے (زوال) کے وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے تھے کہ کسی نے ان سے کہا: "رسول کریم ﷺ سر ڈھانپے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔"

اور اس وقت ہمارے ہاں تشریف لانا آپ ﷺ کی عادت نہ تھی۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان پر میرے ماں باپ قربان! اللہ کی قسم! اس وقت آپ کی تشریف آوری کسی اہم مقصد ہی کے لئے ہے۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: "رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اندر

---

[1] صحیح بخاری ۲۳۱/۷

تشریف لانے کی اجازت طلب کی۔

اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو لوگ تمہارے پاس موجود ہیں انہیں باہر بھیج دو۔''

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے باپ آپ پر فدا ہوں، وہ تو آپ کے گھر والے ہی ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (مکہ مکرمہ سے) نکلنے کی اجازت مل چکی ہے''

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس سفر میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ہاں۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے اس سفر کے متوقع سنگین خطرات اور مصیبتوں سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن ان خطرات کا اندیشہ ان کے اپنے محبوب جناب رسول کریم ﷺ کے رفیقِ سفر بننے کی رغبت و خواہش میں کچھ کمی پیدا نہ کر سکا۔ اور جب آنحضرت ﷺ نے ان کی رغبت پر موافقت کا اظہار فرمایا تو شدت فرح سے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

((زاد ابن إسحاق في روايته: ((قالت عائشة رضي اللّٰه عنها: ((فرأيت أبا بكر يبكي، وما كنت أحسب أنّ أحدًا يبكي من الفرح)).[1]

امام ابن اسحاق نے اپنی روایت میں یہ اضافہ نقل کیا ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ اور اس سے پیشتر مجھے اس بات کا تصور نہ تھا کہ خوشی و مسرت کی وجہ سے بھی کوئی روتا ہے۔''

---

[1] فتح الباری ۷/ ۲۳۵، نیز ملاحظہ ہو: السيرة النبوية لابن هشام ۲/ ۹۳

(۲) آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر انصار کی مسرت:

حضرات انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب رسول کریم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی غرض سے روانگی کی خبر سنی تو وہ انتہائی شوق اور بے تابی سے آپ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لیے ان کی بے تابی و شوق، اور آپ کی تشریف آوری پر مسرت و شادمانی کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے۔ اس کے متعلق چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں انہوں نے حضرات انصار کے جناب رسول کریم ﷺ کے استقبال کے لئے شوق و بے تابی اور استقبال کی کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

((وسمع المسلمون بالمدينة مَخْرج رسول الله ﷺ من مكة، فكانوا يغدون كل غداة إلى الحرّة فينتظرونه حتى يردّهم حرّ الظهيرة. فانقلبوا يومًا بعد ما أطالوا انتظارهم، فلما أوَوْا إلى بيوتهم أوفىٰ رجل من يهود على أطُم من آطامهم لأمر ينظر إليه، فبصُر برسول الله ﷺ و أصحابه مبيّضين يزول بهم السّراب. فلم يملك اليهودي أن قال بأعلىٰ صوته: ((يامعاشر العرب! هذا جدّكم الذي تنتظرون)).

فثار المسلمون إلى السّلاح. فتلقّوا رسول الله ﷺبظهر الحرّة، فعدَل بهم ذات اليمين حتى نزل بهم في بني عمرو بن عوف))[1]

مدینہ کے مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی مکہ سے روانگی کی خبر سنی تو ان کا یہ معمول ہو گیا کہ ہر روز صبح کے وقت مدینہ طیبہ سے باہر الحرۃ کے مقام پر آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آتے۔ دوپہر کے وقت سورج کی گرمی کی حدت تک انتظار کرکے واپس پلٹتے۔ ایک دن جب کافی طویل

[1] صحیح البخاری ۲۳۹/۷

انتظار کے بعد اپنے گھروں کو پلٹے تو ایک یہودی نے جو اپنے کسی کام کی غرض سے اپنے ایک ٹیلے پر چڑھا تھا' رسول کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سفید کپڑوں میں ملبوس دور سے آتے دیکھا۔ یہودی نے بے ساختگی کے عالم میں اونچی آواز سے پکارا: "اے عرب کے لوگو! یہ تمہارے سردار جن کا تمہیں انتظار تھا' آپہنچے۔"

مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور مقام (الحرۃ) پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی معیت میں دائیں جانب کا رخ فرمایا اور قبیلہ بنو عمرو بن عوف (کے محلے) میں قیام فرمایا۔"

جناب رسول کریم ﷺ کے استقبال کے لیے انصار کے شوق اور بے تابی کا یہ عالم تھا کہ ہر روز صبح سویرے آپ ﷺ کے استقبال کی غرض سے بستی سے باہر مقام (الحرۃ) پہنچتے اور سورج کی شدید حدت تک وہاں بیٹھے انتظار کرتے رہتے

امام ابن سعد کی روایت میں ہے:

((فاذا أحرقتهم الشمس رجعوا إلى منازلهم)).

"جب سورج کی حدت اور شدت انہیں اذیت پہنچاتی تو وہ اپنے گھروں کو پلٹتے۔"[1]

امام حاکم کی روایت میں ہے:

((فينتظرونه حتى يؤذيهم حرّ الظهيرة)).

"دوپہر کی گرمی کے اذیت پہنچانے تک وہاں بیٹھے نبی ﷺ کا انتظار کرتے رہتے۔"[2]

حضرات انصار کے جناب رسول اللہ ﷺ کے استقبال کی کیفیت امام بخاری نے درج ذیل روایت میں بھی بیان کی ہے:

((عن أنس رضي الله عنه قال: فنزل رسول الله ﷺ جانب الحرّة' ثم بعث إلى الأنصار فجاءوا إلى نبي الله ﷺ و أبي بكر فسلّموا عليهما و قالوا: ((اركبا آمنين مُطَاعَين)).

---

[1] الطبقات الكبرى ۲۳۳/۱

[2] المستدرك على الصحيحين ۱۱/۳

فركب نبيّ الله ﷺ و أبوبكر و حفّوا دونهما بالسلاح، فقيل في المدينة: ((جاء نبي الله! جاء نبي الله ﷺ)).
فأشرفوا ينظرون و يقولون : ((جاء نبي الله ﷺ))
فأقبل يسير حتى نزل جانب دار أبي أيوب رضى الله عنه.[1]

''انس رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حرۃ کی جانب پڑاؤ ڈالا۔ پھر انصار کو پیغام بھیجا۔ انصار نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگے۔ ''آپ دونوں امن کے ساتھ سوار ہو جائیے۔ آپ دونوں کی اطاعت کی جائے گی۔''

نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں سوار ہوئے اور انصار نے مسلح ہو کر دونوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ مدینہ طیبہ میں چرچا ہوا:
''اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ تشریف لائے''
لوگ بالا خانوں کے اوپر چڑھ کر آپ کا دیدار کرتے اور کہتے:
''اللہ تعالیٰ کے نبی تشریف لائے۔''
نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے ایک حصہ میں تشریف فرما ہوئے۔''

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے استقبال کرنے والے گروہ انصار کی تعداد قریباً پانچ سو تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔
((انطلقا آمنين مطاعين)).[2]
آپ دونوں امن کے ساتھ تشریف لائیے۔ آپ دونوں ہمارے لیے

---

[1] صحیح البخاری ۷/۲۵۰
[2] ملاحظہ ہو: الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل ۲۰/۲۹۱- ورواہ الامام البخاری فی التاریخ الصغیر۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۷/۲۵۰) شیخ احمد البنا نے مسند احمد کی روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: بلوغ الامانی ۲۰/۲۹۲)

قابل اطاعت ہیں۔

مدینہ والوں کے جناب نبی کریم ﷺ کے استقبال کی تصویر کشی امام احمد نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں کی ہے :

"رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا یہاں تک کہ ہم مدینے پہنچے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ وہ راستے میں نکل آئے اور چھتوں پر چڑھ گئے۔ غلام اور بچے (خوشی سے) راستے میں بلند آواز سے کہہ رہے تھے :

"اللہ اکبر! جاء رسول اللّٰہ ﷺ۔ جاء محمد ﷺ"

"اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ محمد ﷺ تشریف لائے۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا : "لوگوں میں اس بات پر جھگڑے کی کیفیت پیدا ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ کی میزبانی کا شرف کون حاصل کرے۔" [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس دن کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا :

((فما رأيت يوما قط انور ولا احسن من يوم دخل رسول اللّٰه ﷺ و ابوبكر رضي اللّٰه عنه المدينة)) [2]

"میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مدینہ تشریف لانے والے دن سے زیادہ پر نور اور خوب صورت دن کبھی نہیں دیکھا۔"

اہل مدینہ کی جناب نبی کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے موقع پر جو کیفیت تھی، اس کا نقشہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بایں الفاظ کھینچا ہے :

((فما رأيت اهل المدينة فرحوا بشيء فرحهم برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم)) [3]

---

[1] المسند ۱/۱۵۵، شیخ احمد محمد شاکر نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو : حاشیہ المسند ۱/۱۵٤).

[2] رواہ الامام احمد۔ ملاحظہ ہو : الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل ۲۰/۲۹۰

[3] ملاحظہ ہو : صحیح البخاری ۷/۲٦۰

''اہل مدینہ، جس قدر رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری پر خوش ہوئے میں نے کسی بات پر انہیں اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا۔''

(۳) انصار کو صحبت نبی کریم ﷺ سے محرومی کا اندیشہ:

جب اللہ رب العزت نے حضرات انصار کو اپنے حبیب کریم حضرت محمد ﷺ کی صحبت کی عظیم نعمت سے نوازا تو وہ اس جلیل القدر نعمت کے چھن جانے کے تصور سے بھی پریشان ہو جاتے۔ اس بات پر کتنی ہی احادیث شریفہ دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث سے ایک حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے:

رویٰ الامام مسلم عن ابی هريرة رضي اللّٰه عنه قال: ((أقبل رسول اللّٰه ﷺ حتى قدم مكة. فبعث الزبير رضي اللّٰه عنه على إحدىٰ الْمجنِّبتين، وبعث خالدًا رضي اللّٰه عنه على الْمجنَّبة الأخرى، وبعث أبا عبيدة رضي اللّٰه عنه على الحُسَّر، فأخذوا بطن الوادي و رسول اللّٰه ﷺ في كتيبة)).

قال: فنظر فرآني، فقال: ((**أبوهريرة**)).

قلت: ((لبيك يا رسول اللّٰه))

فقال: ((**لا يأتيني إلاّ أنصاري**)).

ثم قال: ((**حتى توافوني بالصفا**)).

قال: ((فانطلقنا فما شاء أحد منّا أن يقتل أحدًا إلاّ قتله، وما أحد منهم يوجّه إلينا شيئًا)).

قال: ((فجاء أبو سفيان فقال: يا رسول اللّٰه! أبيحت خضراء قريش. لا قريش بعد اليوم)).

ثم قال: ((**من دخل دار أبي سفيان فهو آمن**)).

فقالت الأنصار: ((أما الرجل فأدركته رغبة في قريته ورأفة بعشيرته)).

قال أبو هريرة رضي اللّٰه عنه: وجاء الوحي. فلما انقضىٰ الوحي قال رسول اللّٰه ﷺ: ((**يا معشر الأنصار!**)).

قالوا : ((لبيك يا رسول اللّٰه!)).

قال : قلتم : ((أما الرجل فأدركته رغبة في قريته)).

قالوا : ((قد كان ذاك)).

قال : ((كلاّ إنّي عبد اللّٰه و رسوله. هاجرت إلى اللّٰه و إليكم. والمحيا محياكم والممات مماتكم)).

فاقبلوا إليه يبكون، ويقولون: ((واللّٰه! ما قلنا الذي قلنا إلاّ الضّن باللّٰه و برسوله)).

فقال رسول اللّٰه ﷺ : ((إنّ اللّٰه و رسوله يصدّقانكم و يعذرانكم)).[1]

جب رسول ﷺ مکہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو لشکر کے ایک حصے کے سالار کی حیثیت سے' اور خالد رضی اللہ عنہ کو دوسرے حصے کے قائد کی حیثیت سے روانہ فرمایا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان صحابہ کا سالار مقرر کر کے روانہ فرمایا جو زرہوں کے بغیر تھے اور خود رسول کریم ﷺ (عام) لشکر میں تشریف فرما رہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "انصار کے سوا میرے پاس کوئی نہ آئے۔"

پھر فرمایا: "وہ صفا پر میرے پاس پہنچ جائیں"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم روانہ ہوئے تو کیفیت یہ تھی کہ ہم جس کو چاہتے قتل کر دیتے اور ان (قریش) میں سے کوئی اپنا دفاع کرنے کے بھی قابل نہ تھا۔"

ابوہریرہؓ (مزید) بیان کرتے ہیں: "ابوسفیان آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول: قبیلہ قریش کا نام و نشان مٹ گیا' آج کے بعد قریش کا وجود ختم ہو جائے گا۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ابوسفیان کے گھر میں داخل ہونے والے

---

[1] صحيح مسلم ۳/۱٤۰٥

کے لیے امن ہے۔ (اس سے تعرض نہ کیا جائے گا)۔"

انصار نے (یہ اعلان سن کر) کہا : "اپنی بستی کی محبت اور کنبے کی شفقت آدمی (رسول کریم ﷺ) پر غالب آگئی ہے۔"

ابو ہریرہؓ نے کہا : "وحی آئی' اور وحی کے ختم ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے آواز دی۔ "اے گروہ انصار"

انہوں نے عرض کیا : "ہم حاضر ہیں' ہم حاضر ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "تم نے کہا ہے : "آدمی پر اس کی بستی کی محبت غالب آگئی ہے"

انہوں نے جواب میں کہا : "ایسے ہی بات ہوئی"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "ہرگز نہیں (جو تم نے سمجھا ہے وہ غلط ہے) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تمہاری طرف ہجرت کی' اب جب تک جینا ہے تمہارے ساتھ۔ اور مرنا ہے تو تمہارے ساتھ۔"

انصار روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی طرف لپکے اور عرض کیا : "اللہ کی قسم! ہم نے جو بھی کہا اس میں آپ کی صحبت کا شدید جذبہ کارفرما تھا۔"

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا : "اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول بے شک تمہاری بات کی تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔"

امام نووی اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر کرتے ہیں :

حضرات انصار نے جب نبی کریم ﷺ کی اہل مکہ پر شفقت کا مشاہدہ کیا' اور یہ بھی دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے قتل سے ہاتھ روک لیا ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ اب آپ مکہ ہی میں سکونت اختیار فرمالیں گے' انہیں چھوڑ دیں گے اور مدینہ کو خیر باد کہہ دیں گے' اور یہ بات ان پر گراں گزری۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول کریم ﷺ کو ساری صورت حال سے آگاہ فرمایا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ان سے فرمایا' اس کا مفہوم یہ تھا :

"میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تمہارے شہر کی طرف اس لئے ہجرت کی کہ اسے

اپنا وطن بناؤں۔ میں رضائے الٰہی کے حصول کی غرض سے کی ہوئی ہجرت سے پلٹنے والا نہیں بلکہ میں تو اس ہجرت پر کاربند ہوں۔ جب تک زندگی ہے تمہارے ساتھ بسر کروں گا۔ اور مرنا بھی ہے تو تمہارے شہر میں۔"

جب نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ بات فرمائی تو وہ رونے لگے اور معذرت کرتے ہوئے کہا:

ہم نے جو کچھ کہا صرف اس غرض سے کہا کہ آپ کی صحبت سے ہمیشہ فیض یاب ہوتے رہیں۔ آپ کے ذریعے برکات حاصل کرتے رہیں اور آپ صراط مستقیم کی طرف ہماری راہنمائی فرماتے رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾[1].

ترجمہ: اور یقیناً آپ لوگوں کو سیدھی راہ دکھلاتے رہتے ہیں۔

ان کے رونے کے دو اسباب تھے۔ پہلا سبب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میرا جینا اور مرنا انہی کے ساتھ ہے۔ دوسرا سبب اس بات کا اندیشہ کہ شاید جناب نبی کریم ﷺ کو ان کے متعلق کوئی ایسی بات پہنچی ہو جو ان کے لئے باعث ندامت ہو۔[2]

(۴) جنت میں محرومیٔ دیدار کے اندیشے کی وجہ سے ایک صحابی کی تشویش:

جناب رسول کریم ﷺ کے ایک اور سچے محب کو دیکھتے ہیں کہ جب بھی اس کے ذہن میں آنحضرت ﷺ کا اور اپنی موت کا تصور آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کی پریشانی کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گیا تب بھی نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کا دیدار نہ کر سکے گا کیونکہ آپ وہاں حضرات انبیائے کرام کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے اور وہ کہیں نچلے درجے میں ہوگا۔

اس محبّ صادق کا قصہ امام طبرانی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

((جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: ((یا رسول الله! إنّك لأحبّ

---

[1] سورة الشورى / ۵۲
[2] ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۲/۱۲۸-۱۲۹

إليّ من نفسي، و إنّك لأحبّ إليّ من ولدي، و إني لأكون في البيت فأذكرك فما أصبر حتى آتي فأنظر إليك. و إذا ذكرت موتي و موتك عرفت أنك إذا دخلت الجنة رُفِعتَ مع النبيّين، و إني إذا دخلت الجنة خشيت أن لا أراك)).

فلم يردّ عليه النبي ﷺ حتى نزل جبريل عليه السلام بهذه الآية:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ﴾ [1]

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! بلا شبہ آپ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ یقیناً آپ مجھے میرے بیٹے سے زیادہ پیارے ہیں' اور سچی بات ہے کہ گھر بیٹھے آپ کی یاد آتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوتا جب تک آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار نہ کر لوں۔ اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کا تصور کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ آپ جنت میں داخل ہونے کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام پر ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہو بھی گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا دیدار نہ کر پاؤں گا۔"

جبریل علیہ السلام کے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے ساتھ تشریف لانے تک نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ﴾ [2]

ترجمہ: "اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول کی فرمانبرداری کریں' پس وہ ان لوگوں کے ساتھ (جنت میں) ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں اور صالحین سے)"

---

[1] سورة النساء/ ٦٩

[2] مجمع الزوائد و منبع الفوائد ٧/ ٧ حافظ ھیثمی نے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مصدر سابق ٧/ ٧)
ابن مردویہ' ابو نعیم اور ضیاء مقدسی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور ضیاء مقدسی نے اس کے متعلق کہا ہے: "لا أرى بإسناده باسا." (ملاحظہ ہو: حاشیہ زاد المسیر ٢/ ١٢٦)

(۵) جنت میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت کے لیے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش:

ایک اور سچے محبّ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کو فرمائش کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ان کی فرمائش کیا تھی؟

امام مسلم نے ان کی فرمائش کا واقعہ خود انہی کی زبانی یوں بیان کیا ہے:

((كنت أبيت مع رسول الله ﷺ فأتيته بوضوئه و حاجته' فقال لي: ((سل)).

فقلت: ((أسألك مرافقتك في الجنة)).

قال: ((أو غير ذلك؟)).

قلت: ((هو ذاك)).

قال: ((فأعني على نفسك بكثرة السجود)).[1]

"میں رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں رات بسر کرتا تھا۔میں آپ ﷺ کی خدمت میں وضو کے لیے پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "کسی چیز کی فرمائش کرو"

میں نے عرض کی: "میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کیا کوئی اور فرمائش ہے؟"

میں نے عرض کی: "صرف یہی ایک فرمائش ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اس فرمائش کے پورا کروانے میں بہت زیادہ سجدے کر کے میرا تعاون کرو۔"

اللہ اکبر! محبّ صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد جناب رسول مکرم ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کیا۔دوسری دفعہ موقع دیا گیا تو پھر اسی فرمائش کو دہرایا۔کسی اور بات کی فرمائش کا تصور بھی ان کے ذہن میں نہ آیا۔

---

[1] صحیح مسلم ۱/ ۳۵۳

(۶) انصار کا بکریوں اور اونٹوں کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کی صحبت کو ترجیح دینا:

جناب رسول کریم ﷺ کی رفاقت و صحبت کو دیگر چیزوں کے مقابلے میں پسند کرنے کے فیصلے میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ تنہا نہ تھے بلکہ آپ کے دوسرے صحابہ کرام کی حالت بھی یہی تھی۔ غزوہ حنین میں حضرات انصار کے سامنے یہ سوال آیا کہ کیا وہ بکریوں اور اونٹوں کو لے کر اپنے شہر مدینہ طیبہ پلٹنا چاہتے ہیں یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کو لے کر اپنے شہر واپس لوٹنا پسند کرتے ہیں؟ ان سب نے بلا تردد رسول کریم ﷺ کی رفاقت و صحبت کو بکریوں اور اونٹوں کے حصول پر ترجیح دی۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

> "جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ حنین میں اپنے رسول ﷺ کو مالِ غنیمت عطا فرمایا تو آپ نے وہ مال ان لوگوں میں تقسیم فرمایا جنہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا مطلوب تھا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ انصار کے دلوں میں یہ بات کھٹکی کہ لوگوں کو تو مال دیا گیا اور انہیں کچھ بھی نہ دیا گیا۔
>
> آنحضرت ﷺ نے انصار کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:
>
> "اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے نہ پایا' پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ تم بکھرے ہوئے تھے' میرے ساتھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے جوڑ دیا۔ تم تنگ دست تھے' اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ تمہیں تونگری عطا فرمائی۔
>
> آنحضرت ﷺ جو بھی فرماتے انصار جواب میں عرض کرتے: "اللہ تعالیٰ

اور ان کے رسول ﷺ بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔"[1]

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے۔ آپ بھی تو ہمارے پاس ایسی ہی حالت و کیفیت میں آئے تھے۔"[2]

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں۔ اور تم اپنے گھروں میں نبی ﷺ کو لے کر جاؤ؟

اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی میں سے ہوتا۔ لوگ کسی بھی وادی کا رخ کریں میں تو انصار ہی کی وادی کی طرف جاؤں گا۔ انصار اندر والے اور لوگ باہر والے ہیں۔ (انصار تو قریبی ہیں اور لوگ دور کے ہیں) میرے بعد تم اپنے بارے میں بخل پاؤ گے' پس صبر کرنا یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔"[3]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہی ہیں:

"اللّٰهم ارحم الأنصار' و أبناء الأنصار' و أبناء أبناء الأنصار"

"اے اللہ! انصار پر' انصار کے بیٹوں پر' اور انصار کے پوتوں پر رحم فرما۔"

"قال: فبكى القوم حتى أخضلوا لحاهم' وقالوا : "رضينا

---

[1] حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

فقالوا :"ما ذا نجيبك يا رسول الله؟" ولله ولرسوله المن و الفضل-"

(فتح الباری ۸/ ۵۰)

انہوں نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کو کیا جواب دیں؟ ہر قسم کا احسان، نوازش تو صرف اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کی طرف ہی سے ہے۔"

[2] امام احمد کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((أفلا تقولون "جئتنا خائفاً فآمناك' وطريدا فآويناك' و مخذولا فنصرناك" فقالوا: "بل المن علينا لله ولرسوله))

(ملاحظہ ہو: مرجع سابق ۸/ ۵۱- اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے صحیح قرار دیا) تم کیوں نہیں کہتے۔ آپ خوفزدہ تشریف لائے' ہم نے آپ کو امن دیا- آپ کو آپ کی بستی سے نکالا گیا' ہم نے آپ کو پناہ دی- آپ بے سہارا ہو کر آئے' ہم نے آپ کی نصرت و تائید کی-

انہوں نے جواب میں عرض کیا: "اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول اللہ ﷺ ہی کے ہم پر احسانات ہیں-"

[3] صحیح البخاری ۸/۴۷

برسول ﷺ قسما و حظاً"

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "لوگ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور انہوں نے کہا: "ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنی قسمت اور نصیب میں پا کر راضی ہوئے۔" [1]

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: "جب آنحضرت ﷺ نے ان پر تقسیم مال کی حکمت بیان فرمائی جو ان پر مخفی تھی تو وہ فرماں بردار ہو کر پلٹے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ سب سے بڑی غنیمت تو یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو لے کر اپنی بستی میں لوٹے ہیں۔ وہ نبی مکرم ﷺ کی زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں رفاقت کی عظیم دولت میسر آنے پر بکریوں، اونٹوں، لونڈیوں اور غلاموں کو یکسر بھول گئے۔" [2]

(۷) فاروق رضی اللہ عنہ کی جوارِ رسول اللہ ﷺ میں دفن ہونے کی تمنا:

جناب نبی کریم ﷺ کے محب صادق امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں۔ اس وقت ان کی سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ دفن کے لیے انہیں حضرت محمد ﷺ کے پڑوس میں جگہ میسر آ جائے۔ امام بخاری نے یہ واقعہ روایت کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

عمرو بن میمون روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے عبد اللہ بن عمر! ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہو: "عمر آپ کو سلام کہتا ہے"۔ میرے لیے امیر المومنین کا لقب استعمال نہ کرنا کیونکہ اب میں مومنوں کا امیر نہیں رہا۔ اور ان سے کہنا "عمر بن الخطاب آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے پڑوس میں دفنائے جانے کی اجازت طلب کرتا ہے۔"

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کہا اور اجازت طلب کی، پھر ان کے

۱۔ فتح الباری ۸/۵۲
۲۔ مرجع سابق ۸/۴۹

ہاں داخل ہوئے تو وہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ عرض کی: ''عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے پڑوس میں دفنائے جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔''

انہوں نے جواب میں فرمایا: ''میں نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی۔ لیکن آج انہیں اپنے پر ترجیح دیتی ہوں۔''

جب وہ واپس پلٹے تو کسی نے کہا: ''یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس پلٹ آئے ہیں۔''

انہوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ''مجھے اٹھاؤ۔''

ایک آدمی نے اپنی طرف سہارا دے کر انہیں اٹھایا تو دریافت کیا: ''کیا خبر لائے ہو؟''

(ابن عمر رضی اللہ عنہما نے) عرض کیا: ''خبر وہی ہے جو امیر المومنین کو پسند ہے۔ انہوں نے اجازت دے دی ہے۔'' فرمانے لگے: ''الحمد للہ۔ میری نگاہ میں اس سے اہم کوئی بات نہ تھی۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا کر وہاں لے جا کر سلام عرض کرنا اور کہنا: ''عمر بن الخطاب اجازت مانگتا ہے۔''

اگر انہوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے اجازت دی تو مجھے وہاں داخل کر دینا اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔''[۱]

اللہ اکبر! نبی کریم ﷺ کے سچے محب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں زندگی کے آخری لمحات میں سب سے اہم بات آنحضرت ﷺ کے پڑوس میں قبر کا حصول ہے۔ اور اللہ رحیم و رحمٰن نے اپنے اس سچے مومن بندے کی آرزو کو پورا فرمایا۔

(۸) صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے وقتِ رحلت کا ادراک کر کے رونا:

جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے محب صادق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبے کے اشاروں اور کنایوں سے اندازہ کرتے ہیں کہ جناب حبیب کریم ﷺ کی رحلت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ امام بخاری نے اس قصے کی تفصیل

---

[۱] صحیح البخاری ۶۰/۷-۶۱

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بایں الفاظ روایت کی ہے:

((خطب رسول اللّٰہ ﷺ الناس وقال: ((إنّ اللّٰہ خيّر عبداً بين الدنيا و بين ما عنده، فاختار ذلك العبد ما عنداللّٰہ)).

قال: فبكىٰ ابوبكر رضي اللّٰہ عنه فعجبنا لبُكائه أن يخبر رسول اللّٰہ ﷺ عن عبد خيِّر، فكان رسول اللّٰہ ﷺ هو المخيَّر، و كان أبوبكر رضي اللّٰہ عنه أعلمنا)).[1]

''جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا (اس خطبہ میں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ ان کے پاس ہے دونوں میں سے ایک چیز منتخب کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس بندے نے وہ چیز پسند کی جو اللہ کے پاس ہے۔''

انہوں (ابو سعید رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بندے کے متعلق بتلایا کہ اسے (دو میں سے ایک چیز منتخب کرنے کا) اختیار دیا گیا (اور انہوں نے رونا شروع کر دیا)۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہی کو اختیار دیا گیا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی بات کو سمجھنے والے تھے۔''

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ روایت میں ہے:

((فلم يلقنها الا ابوبكر رضي اللّٰہ عنه فبكى' فقال: ((نفديك بآبائنا و أمهاتنا و أبنائنا)).[2]

''ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور نے آنحضرت ﷺ کی بات کو نہ سمجھا۔ وہ (بات کی تہہ کو پہنچ کر) رونے لگے۔ پھر عرض کیا: ''ہم آپ پر اپنے باپ' مائیں اور بیٹے نثار کرتے ہیں۔''

---

[1] صحيح البخاری ۱۲/۷

[2] ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد و منبع الفوائد ۴۲/۹ حافظ ھیثمی نے اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔(مرجع سابق ۴۲/۹)

(۹) صدیق رضی اللہ عنہ کا رحلتِ رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کو یاد کر کے رونا :

جناب رسول کریم ﷺ کے اس دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں یاد کرتے تو ان کے آنسو رواں ہو جاتے۔ امام احمد کی روایت کردہ درج ذیل حدیث اس پر دلالت کرتی ہے :

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: سمعت أبابكر الصديق رضي اللّٰه عنه على هذا المنبر يقول: ((سمعت رسول اللّٰه ﷺ في هذا اليوم من عام الأول' ثم استعبر أبوبكر و بكى.

ثم قال : سمعت رسول اللّٰه' ﷺ ' يقول : **((لم تؤتوا شيئًا بعد كلمة الإخلاص مثل العافية فاسألوا اللّٰه العافية))**[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا : ''میں نے اس منبر پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا : ''میں نے گزشتہ سال اسی دن رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔''

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا : ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا : ''کلمہ اخلاص کے بعد تمہیں عافیت جیسی کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے :

''فخنقته العَبْرَةُ ثلاث مرار ثم قال: ...... الحديث.[2]

آنسوؤں نے تین مرتبہ ان کی آواز کو دبا دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا...... الحدیث

(۱۰) صدیق رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کے پاس جلدی چلے جانے کی تمنا :

اس بات پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے امام احمد نے بایں الفاظ نقل

---

[1] المسند ۱/۱۵۸–۱۵۹۔ شیخ احمد محمد شاکر نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو : هامش المسند ۱/۱۵۸)

[2] مرجع سابق ۱/۱۷۳– شیخ احمد محمد شاکر نے اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ (هامش المسند ۱/۱۷۳)

فرمایا ہے :

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: إن أبا بكر رضي اللّٰه عنه لما حضرته الوفاة قال : ((أيّ يوم هذا؟)).

قالوا : ((يوم الإثنين)).

قال : ((فإن مِتّ من ليلتي فلا تنتظروا بي الغد، فإنّ أحبّ الأيّام و الليالي إليّ أقربها من رسول اللّٰه ﷺ)).[1]

جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو دریافت کرنے لگے :

''آج کون سا دن ہے؟''

انہوں (گھر والوں) نے جواب دیا :''سوموار''

فرمایا :''اگر آج رات میرا انتقال ہو گیا تو کل تک مجھے مؤخر نہ کرنا (میری تجہیز و تکفین کل پر نہ ڈالنا) بلا شک سارے دنوں اور راتوں سے وہ دن اور رات مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔''

اللہ اکبر! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں دنوں اور راتوں کی محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ سے ان کا قرب ہے۔

نبی کریم ﷺ کے حقیقی چاہنے والے ان سے اپنے پیار میں، ان کے دیدار کے شوق میں، ان کی رفاقت کی تڑپ میں، ان کے حصول دیدار کی خوشی میں، ان کی صحبت کے پانے کی مسرت میں، ان کی ہم نشینی کو سب باتوں پر ترجیح دینے میں، ان کی ہمسائیگی کے کھو جانے کے غم، اور ان کی جدائی کے صدمے میں کس طرح تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان سب پہلوؤں کے اعتبار سے ہم کیسے ہیں؟ کیا ہم نے اسی قسم کی محبت کا رشتہ آنحضرت ﷺ کی بجائے اور چیزوں سے قائم نہیں کر رکھا؟ کیا ایسا ہی ہمارا پیار آپ ﷺ کے بجائے اور چیزوں سے نہیں ہو چکا؟

جناب نبی کریم ﷺ کی محبت کے بلند بانگ دعوے کے باوجود ان چیزوں کے

[1] المسند ۱/ ۱۷۳- شیخ احمد نے اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے- (هامش المسند ۱/ ۱۷۳)

حصول کی خاطر مشقت اٹھاتے اور بہت مال خرچ کرتے ہیں انہیں دیکھنے اور سننے میں عمر عزیز کے ایک بڑے حصے کو برباد کرتے ہیں۔ اسی مشغولیت میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ اور سن کر شاداں و فرحاں ہوتے ہیں اور اگر ان میں کچھ حصے دیکھ یا سن نہ سکیں تو حسرت و افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ ان چیزوں کی محبت میں دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ بھول چکے ہیں کہ ان چیزوں سے پیار کرنے والے کتنے ہی لوگوں کو زمین میں زندہ دھنسا دیا جائے گا اور ان چیزوں کے کتنے ہی چاہنے والوں کی انسانی صورتوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں بدل دیا جائے گا۔ امام ابن ماجہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: ((لیشربنّ ناس من أمتي الخمر، یسمّونها بغیر اسمها، یعزف علی رؤوسهم بالمعازف والمغنیات، یخسف الله بهم الأرض، ویجعل منهم القردة والخنازیر)).[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے کچھ لوگ شراب کے حقیقی نام کی بجائے دوسرا نام دے کر اس کو ضرور پئیں گے، ان کے سروں پر گانے بجانے کے سامان بجائے جائیں گے اور گانے والیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دیں گے اور ان میں سے بندر اور خنزیر بنائیں گے۔"

جب ہم نے ایسی ناپسندیدہ چیزوں سے رشتہ محبت استوار کر رکھا ہو تو ہمارے اس دعوے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ: "نبی کریم ﷺ ہمیں سب لوگوں اور سب چیزوں سے زیادہ پیارے ہیں؟" اور ہمارے اس دعوے سے بارگاہِ الٰہی میں ہمیں کیا فائدہ ہوگا جو کہ ہمارے ظاہر و باطن سے باخبر ہیں؟

❋ ❋ ❋

[1] صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۳۷۱

نبی کریم ﷺ سے محبت کی دوسری علامت

نبی کریم ﷺ پر جان ومال نچھاور کرنے کی کامل استعداد

تمہید :

محبِّ صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان ومال اور اپنا سب کچھ اپنے محبوب پر نثار کر دے۔ آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں۔ حضرات صحابہ نے تو آپ پر فداکاری اور قربانی کی عظیم الشان اور ناقابل فراموش مثالیں پیش کیں۔

آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کرنے والے لوگ جو آپ کے بعد آئے' وہ اپنے سینوں میں انتہائی شدید حسرت محسوس کرتے ہیں کہ وہ آپ پر اپنی جان ومال نچھاور کرنے کی سعادت سے محروم رہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کی محبت کے دعوے میں سچے حضراتِ صحابہ کی قربانی، جاں نثاری' محبت وتعلق اور ایمان واخلاص کے چند قابل قدر واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(ا) سلامتی رسول کریم ﷺ کو خطرہ لاحق ہونے پر صدیق رضی اللہ عنہ کا رونا :

سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سلامتی کو خطرہ میں دیکھ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پریشان اور غمگین ہو جاتے ہیں اور اسی پریشانی کے سبب ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ امام احمد یہ قصہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی زبانی بایں الفاظ

روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب رضي اللّٰه عنهما قال: قال أبوبكر رضي اللّٰه عنه:

((فارتحلنا والقوم يطلبونا، فلم يدركنا إلا سراقة بن مالك بن جعشم على فرس له. فقلت: ((يا رسول اللّٰه! هذا الطلب قد لحقنا)).

فقال: ((**لا تحزن إنّ اللّٰه معنا**)).

حتى إذا دنا منا فكان بيننا و بينه قدر رمح أو رمحين أو ثلاثة، قال: قلت: ((يارسول اللّٰه! هذا الطلب قد لحقنا)). و بكيت.

قال: ((**لم تبكي؟**)).

قلت: ((أمّا واللّٰه! ما على نفسي أبكي، ولكن أبكي عليك)).

قال: فدعا عليه رسول اللّٰه ﷺ فقال: ((**اللّٰهم اكفناه بما شئت**)) فساخت قوائم فرسه إلى بطنها في أرض صلد ..... الحديث.[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ''ہم روانہ ہوئے تو لوگ ہمارے تعاقب میں تھے۔ ان میں سے صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر سوار ہمارے قریب پہنچ گیا میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب آپہنچا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''غم نہ کرو، بلاشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

وہ ہمارے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک، دو یا تین نیزوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ

---

[1] المسند ۱/۱۵۵۔ شیخ احمد محمد شاکر نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۱/۱۵٤)

یہ ہم تک آپہنچا ہے۔" اور (ساتھ ہی) میں رونے لگا۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تم کیوں روتے ہو؟"
میں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی جان کو خطرے میں دیکھ کر نہیں رو رہا بلکہ آپ کی سلامتی کو خطرے میں دیکھ کر رو رہا ہوں۔"
انہوں (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: "آنحضرت ﷺ نے اس کے لیے بددعا کرتے ہوئے کہا: "اے اللہ! جس طرح آپ پسند کریں ہمارے لیے اس کے مقابلے میں کافی ہو جائیے۔"
(نبی کریم ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں) اس کے گھوڑے کی ٹانگیں سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گئیں۔

(۲) مقداد رضی اللہ عنہ کا معرکے میں نبی کریم ﷺ کے پہلو میں جم کر لڑنے کا عزم:

ایک اور جان نثار محب کو دیکھتے ہیں کہ وہ معرکہ کارزار میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں ڈٹ کر مرنے مارنے کے لیے مستعد ہے۔ امام بخاری ان کا واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کا کارنامہ دیکھا جس کا پانا مجھے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب کہ آنحضرت ﷺ مشرکوں کے لیے بددعا کر رہے تھے۔ اور عرض کی: "ہم آپ سے وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی۔ (تم اور تمہارا رب جا کر لڑائی کرو) ہم تو آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر جانب سے جنگ کریں گے۔"

میں نے دیکھا کہ اس بات نے نبی کریم ﷺ کے چہرے کو روشن کر دیا اور آپ خوش ہو گئے۔"[1]

---

[1] صحیح البخاری ۲۸۷/۷

اسی روایت میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے جذبہ جان نثاری اور فدا کاری کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آنحضرت ﷺ پر قربان ہونے کی رغبت اور خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ اظہار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس جملے میں ہے: ''میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کا ایسا کارنامہ دیکھا جس کا حصول مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔''

حافظ ابن حجر اس جملے کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس کارنامے کے حصول اور ساری دنیا کی چیزوں کے لینے میں سے ایک بات منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے تو وہ اس کارنامے کے حصول کو ساری دنیا کی چیزوں کے پانے پر ترجیح دیں گے۔''[1]

(۳) نبی کریم ﷺ کے لیے گیارہ انصاریوں اور طلحہ رضی اللہ عنہم کی فداکاری:

معرکہ احد میں کچھ تیر انداز صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی طرف سے ٹیلے پر متعین کردہ جگہ کو چھوڑنے کی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ قریش مکہ کا ایک دستہ خالد بن الولید کی قیادت میں مسلمانوں پر پچھلی جانب سے حملہ کرتا ہے۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں کی صفوں میں اس قدر اضطراب اور کھلبلی پیدا ہوتی ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف بارہ صحابہ رہ جاتے ہیں اور مشرک آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ان حالات میں ان بارہ سچی محبت کرنے والے جاں نثار صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کا دفاع کس طرح کیا؟

امام نسائی کی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کردہ روایت میں اس سوال کا جواب موجود ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا کہ: ''معرکہ احد میں جب مسلمان بھگدڑ میں منتشر ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

---

[1] فتح الباری ۷/۲۸۷

صرف گیارہ انصاری اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تو مشرک آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے نگاہ کو بلند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "قوم (مشرکوں کا مقابلہ کون کرے گا؟"

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی جگہ پر رہو"

انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: "میں' اے اللہ کے رسول"

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم (ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو)

اس شخص نے مشرکوں سے لڑائی کی یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ مشرک اسی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "قوم کا مقابلہ کون کرے گا؟"

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی جگہ پر رہو۔"

ایک انصاری نے عرض کیا: "میں"

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم" (ہاں ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو)

وہ شخص مشرکوں سے لڑتے ہوئے قتل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور ہر مرتبہ ایک ایک انصاری سامنے آتے اور اپنے پیش رو کی طرح مشرکوں سے لڑتے ہوئے قتل ہو جاتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قوم (مشرکوں) کا مقابلہ کون کرے گا؟"

حضرت طلحہ نے عرض کیا: "میں"

حضرت طلحہ نے گیارہ انصاریوں کے بقدر لڑائی کی۔ دوران لڑائی ان کے ہاتھ پر وار ہوا اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ انہوں نے کہا: "حس"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تو (بسم اللہ) کہتا تو فرشتے لوگوں کے سامنے

ہی تجھے اٹھا لیتے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو پھیر دیا۔"[1]

اللہ اکبر! رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے گیارہ جان نثار آپ ﷺ پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دیتے ہیں۔ پھر بارھویں جان نثار آگے بڑھتے ہیں اور ان کی فداکاری کچھ معمولی نہ تھی بلکہ تنہا ان کی فداکاری گیارہ پہلے جان نثاروں کی جان نثاری کے بقدر تھی۔ ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا۔ امام بخاری حضرت قیس رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔"[2]

رب محمد ﷺ کی قسم! وہ ہاتھ بڑا خوش نصیب اور پاکیزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے محبوب اور مقدس ہستی کے دفاع میں شل ہو' اور اس ہاتھ والے کے نصیبوں کا کیا کہنا!

آنحضرت ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے صرف ان کا ہاتھ ہی شل نہ ہوا بلکہ سارا جسم چھلنی ہو گیا۔ ان کے جسم پر کم و بیش ستر زخم آئے۔ امام ابو داؤد الطیالسی حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:
"پھر ہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ایک گڑھے میں تھے اور ان کے جسم پر تیر و تلوار وغیرہ کے کم و بیش ستر زخم تھے۔"[3]

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جب بھی معرکہ احد کا ذکر فرماتے تو روتے ہوئے فرماتے: "یہ سارا دن طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔"[4] (اس دن حضرت

---

[1] صحيح سنن النسائي ٢/ ٦٦١

[2] صحيح البخاري ٧/ ٣٥٩

[3] منحة المعبود في ترتيب مسند أبي داود الطيالسي ٢/ ٩٩' نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ٧/ ٨٢-٨٣

[4] ملاحظہ ہو: منحة المعبود ٢/ ٩٩

طلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے دفاع کا اعزاز حاصل کر کے بہت زیادہ اجر و ثواب حاصل کیا)

اللہ تعالیٰ حضرت طلحہ' حضرت ابو بکر الصدیق اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت کرنے والوں سب حضرات پر راضی ہو جائے۔

(۴) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اپنے سینے کو سینۂ رسول کریم ﷺ کے لیے ڈھال بنانا:

معرکہ احد ہی میں ہم ایک اور سچے محبّ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں جو کہ آنحضرت ﷺ کے سینے کے سامنے اپنے سینے کو بطور ڈھال آگے کرتے ہیں تاکہ دشمن کے تیر آنے پر وہ نشانہ بنیں اور آنحضرت ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔
امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب احد کے دن کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ڈھال سنبھالے ہوئے خود نبی کریم ﷺ کے لیے ڈھال بن گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا کہ ''ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں''

انہوں نے مزید کہا: ''آدمی تیروں کے ساتھ وہاں سے گزرتا تو نبی ﷺ اس سے فرماتے: ''ابو طلحہ کو اپنے تیر دے دو۔''

انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ''نبی کریم ﷺ مشرکوں کا جائزہ لینے کے لیے اپنے سر مبارک کو اٹھاتے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کرتے: ''اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سر مبارک کو نہ اٹھایئے۔ ایسا نہ ہو کہ مشرکوں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ میری چھاتی آپ کی چھاتی کے لیے ڈھال ہے۔''[1]

اللہ اکبر! آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کرنے والا کیا کرتا ہے اور کس بات

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری ۷/۳۶۱' صحیح مسلم ۳/۱۴۴۳

کی تمنا اور آرزو رکھتا ہے۔

علامہ عینی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ (نحری دون نحرك) کی شرح میں فرماتے ہیں: "میرا سینہ آپ کے سینے کے لیے ڈھال ہے۔ یعنی میں آپ کے آگے کھڑا ہوں تاکہ دشمن کے تیر آنے پر آپ کے سینے کی بجائے میرا سینہ اس کا نشانہ بنے" [1]

شیخ محمد فواد عبدالباقی اسی جملے کی شرح میں تحریر کرتے ہیں "یہ دعائیہ جملہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بجائے میرے سینے کو دشمنوں کے تیروں کے قریب کرے تاکہ جو تکلیف پہنچے وہ آپ کی بجائے مجھے پہنچے۔" [2]

(۵) ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بننا:

امام ابن اسحاق ایک اور سچے محب کے بارے میں جن الفاظ میں روایت کرتے ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے:

"ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا۔ نیزے ان کی پشت میں پیوست ہوتے رہے لیکن وہ آنحضرت ﷺ پر برابر جھکے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے نیزے ان کی پشت میں پیوست ہو گئے۔" [3]

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "انہوں نے (نیزوں کے لگنے کے باوجود) حرکت تک نہ کی۔ [4]

اللہ اکبر! کون سی وہ قوت تھی جس نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو نیزوں کے ان کی پشت میں پیوست ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ پر ڈھال بنے جھکائے رکھا یہاں تک کہ انہوں نے حرکت تک نہ کی؟ بلا شک و شبہ یہ نبی

---

[1] عمدة القاري ٦٧٤/١٦

[2] هامش صحيح مسلم ١٤٤٣/٣

[3] السيرة النبوية لابن هشام ٣٠/٣ نیز ملاحظہ ہو: السيرة النبوية لابن حبان البستي ٢٢٤، تاريخ الاسلام (المغازي) للذهبي ص ١٧٤-١٧٥

[4] جوامع السيرة لابن حزم ص ١٦٢، نیز ملاحظہ ہو: زاد المعاد ١٩٧/٣

کریم ﷺ کی سچی محبت تھی جو ان کے دل میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ اور اسی محبت کی وجہ سے ان کے دل میں جذبہ صادق موجزن تھا کہ آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان نچھاور کر دی جائے۔

(۶) جان نثار انصاری کا آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک پر رخسار رکھے رحلت کرنا:

سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ایک اور سچے محبّ رسول کریم ﷺ کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے دفاع کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور جب اس کی روح کے جسم سے پرواز کرنے کا وقت آتا ہے تو اس کے رخسار نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب مشرک (غزوہ احد میں) آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ''ہمارے لیے اپنی جان کون بیچتا ہے؟''

زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ سمیت پانچ انصاری آگے بڑھے۔

بعض راویوں نے کہا: ''زیاد بن السکن کی بجائے عمارہ بن یزید بن السکن تھے''

وہ پانچوں انصاری ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانوں کو نثار کرتے رہے یہاں تک کہ زیاد یا عمارہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں نے انہیں گرا دیا۔ پھر مسلمانوں کا ایک گروہ پلٹا اور انہوں نے وہاں سے ان کو ہٹا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''انہیں میرے قریب کرو۔''

لوگوں نے انہیں قریب کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف اپنا قدم بڑھایا تاکہ وہ اس پر اپنا سر رکھ لیں۔ پھر ان کی موت کا وقت آ پہنچا اور ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا۔''[1]

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام ۳/ ۲۹ نیز ملاحظہ ہو: السيرة النبوية لابن حبان البستي ص ۲۲۳-۲۲۴ تاریخ الاسلام (المغازی) للذهبی ص ۱۷۴

اللہ اکبر! یہ موت کس قدر لذت افروز اور قابل رشک تھی۔

(۷) زندگی کے آخری لمحات میں سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کا سلامتی رسول کریم ﷺ کی فکر کرنا:

معرکہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محب صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر' تلوار اور خنجر کے ستر کاری زخم ہیں اور ان کے اس دار فانی اور اس میں موجود اہل و عیال اور مال و متاع سے جدا ہونے میں چند لمحات باقی ہیں ان آخری لمحات میں انہیں کس بات کی فکر تھی؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے امام حاکم کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث پڑھتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''معرکہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیع کی تلاش میں روانہ کیا اور فرمایا: ''اگر سعد مل جائے تو اسے میرا اسلام کہنا۔ اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت کر رہے ہیں: ''تم کیسے ہو؟''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں مقتولین میں گھومتے گھومتے ان تک پہنچا تو ان کی زندگی کے آخری سانس تھے۔ اور ان کے جسم پر تیر' تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا: ''سعد! رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور تمہاری کیفیت کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تجھ پر سلام۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا: ''میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار سے کہنا: ''اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا [illegible] ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر گئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔''

اللہ اکبر! زندگی کے آخری لمحات میں اس سچے محبّ کو کس بات کی فکر دامن گیر تھی؟ انہیں کس بات کا اس وقت سب سے زیادہ اہتمام تھا؟ اس دنیا اور اس میں موجود اہل و عیال اور مال و متاع سے جدا ہوتے وقت انہوں نے اپنی قوم کو کس بات کی وصیت کی؟[1]

جس بات کی انہیں فکر تھی وہ اپنے محبوب اور محبوب رب العالمین ﷺ کی سلامتی تھی۔ اور اپنی قوم کو جو انہوں نے وصیت کی وہ یہی تھی کہ ان کی قوم کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان نچھاور کر دے۔

کیا ہمارا انداز فکر اور طرزِ عمل بھی یہی ہے؟ ہمیں کن باتوں کی فکر دامن گیر ہے؟ ہماری سوچ کا مرکز و محور کیا ہے؟ اعزہ و اقارب اور احباب کو مغرب و مشرق کی طرف الوداع کرتے ہوئے کیا فرمائشیں کرتے ہیں؟ کیا بہت سی فرمائشیں ایسی نہیں کہ ان کا زبان پر ذکر لانا بھی ایک مسلمان کے لیے باعث شرم ہے؟

(۸) ابوقتادۃ رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کو سواری سے گرنے سے بچانے کی خاطر رات بھر ان کے ساتھ چلنا:

رسول کریم ﷺ کی محبت کی دوسری علامت کے متعلق اپنی گفتگو ایک اور محبّ صادق کے قصے کے نقل کرنے کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ جنہوں نے جب آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ وہ رات کے وقت سواری پر سوار ہیں اور اونگھ کے غلبے کی وجہ سے سواری سے گرنے کا اندیشہ ہے تو ساری رات آنحضرت ﷺ کے پہلو میں چلتے رہے تاکہ انہیں گرنے سے محفوظ کر سکیں۔ انہی کا یہ واقعہ امام مسلم نے انہی کے حوالے سے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔ اس محبّ صادق کا اسم گرامی ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں

---

[1] المستدرك على الصحيحين ۲۰۱/۳ نیز ملاحظہ ہو: موطأ الامام مالك ۴۶۵/۲-۴۶۶، السيرة النبوية لابن هشام۳/۳۸-۳۹، السيرة النبوية الصحيحة للدكتور اكرم ضياء العمرى ۳۸۶/۲

خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: ”دن کا آخری حصہ اور رات چل کر تم کل ان شاء اللہ پانی پر پہنچ جاؤ گے“

اس پر لوگوں نے اس طرح چلنا شروع کیا کہ کوئی بھی دوسرے شخص کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ چلتے رہے اور میں آپ کے پہلو میں تھا یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ اونگھے اور اپنی سواری کے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے قریب ہو کر آپ کو بیدار کئے بغیر آپ کو سیدھا کیا تو آپ سیدھے ہو گئے۔ پھر آنحضرت ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا زیادہ حصہ گزر گیا تو آپ سواری کے ایک طرف جھک گئے۔

میں نے بیدار کیے بغیر آپ کو سیدھا کیا تو آپ سیدھے ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ سحری کے آخری حصے میں پھر سواری کے ایک طرف جھک گئے اور آنحضرت ﷺ کا اس مرتبہ جھکنا پہلے دونوں مرتبہ جھکنے سے زیادہ تھا۔ میں نے قریب ہو کر آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ”یہ کون ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”ابو قتادہ“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس طرح کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟“

میں نے عرض کیا: ”رات بھر سے اسی طرح آپ کے ساتھ چل رہا ہوں“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نبی کی حفاظت کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے۔“ [ل]

سبحان اللہ! حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بیک وقت آنحضرت ﷺ کی سلامتی اور راحت کا کس قدر فکر اور اہتمام تھا۔ آپ کی حفاظت کی غرض سے

ل صحیح مسلم ۴۷۲/۱

ساری رات آپ کے پہلو میں چلتے رہے اور جب بھی اونگھ کے غلبے کی وجہ سے نبی ﷺ نیچے گرنے لگتے تو اس طرح سہارا دیتے کہ آپ گرنے سے محفوظ بھی ہو جائیں اور آپ کے آرام اور نیند میں بھی خلل واقع نہ ہو۔ رضی اللّٰہ عنہ و ارضاہ

○○○

نبی کریم ﷺ سے محبت کی تیسری علامت

آنحضرت ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب

تمہید:

اس بارے میں دو رائیں نہیں کہ محبّ اپنے محبوب کی بات مانتا ہے۔ ہر وہ عمل جو اس کے محبوب کو پسند ہو وہ اس کے کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور ہر وہ کام جسے اس کا محبوب ناپسند کرے اس سے وہ دور رہتا ہے۔ محبوب کی بات ماننے میں وہ ناقابل بیان لذت اور لطف محسوس کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والا بھی آپ ﷺ کی اطاعت کا شدت سے خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے احکام کی تعمیل' اور آپ کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کے لیے بے حد کوشاں رہتا ہے۔ حضرات صحابہ کے' جو نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے تھے' کتنے ہی واقعات اس پر دلالت کناں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذیل میں ان کے چند ایک واقعات بیان کیے جارہے ہیں:

(ا) حضرات انصار کا حالت رکوع ہی میں چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دینا:

امام بخاری حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ (لیکن) آپ (نماز میں) کعبہ کی طرف رخ کے پھیرے جانے کو پسند کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ (آیت شریفہ) نازل فرمائی:

﴿ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً ﴾ [1]

---

[1] البقرة /١٤٤

ترجمہ: "بے شک ہم تیرا چہرہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں جو قبلہ تو پسند کرتا ہے البتہ ہم تجھ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے"

(اس آیت شریفہ کے ذریعے) آپ ﷺ کا چہرہ کعبے کی طرف پھیر اگیا۔ ایک شخص آپ ﷺ کے ساتھ نماز عصر ادا کر کے نکلا تو انصار کے ایک گروہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ اس نے ان سے کہا: "وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کا رخ اقدس کعبے کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔"

یہ سن کر ان حضرات نے نماز عصر میں رکوع کی حالت ہی میں اپنے چہروں کو (کعبے کی طرف) موڑ لیا۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ان پاک باز اور مقدس حضرات نے کس قدر جلدی کی' جب انھیں آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ نے نماز میں چہرۂ مبارک کو کعبۃ اللہ کی طرف موڑ لیا ہے تو انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ تردد اور تاخیر کے اس پر عمل کیا۔ رکوع سے سر اٹھانے کی معمولی تاخیر کو بھی گوارا نہ کیا بلکہ حالت رکوع ہی میں اپنے چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لیا۔

(۲) ارشاد رسول کریم ﷺ کی فوری تعمیل میں صحابہ کا ایک دوسرے کے قریب پڑاؤ ڈالنا:

حضرات صحابہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل صرف نماز ہی سے متعلقہ مسائل میں نہ کرتے بلکہ زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی ان کی کیفیت ایسی ہی تھی۔ آداب سفر کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل کے متعلق امام ابوداؤد نے حضرت ابو ثعلبہ الخشني رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ثعلبہ الخشني رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب سفر میں کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا: "تمہارا گھاٹیوں اور وادیوں میں

[1] صحیح البخاری ۲۳۲/۱۳

اس طرح منتشر ہونا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے۔"

اس کے بعد جہاں کہیں بھی آنحضرت ﷺ نے پڑاؤ ڈالا' صحابہ ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہوتے کہ کہا جاتا: "اگر ان سب کے اوپر چادر بچھائی جائے تو سب اس کے نیچے آجاتے۔"[1]

ذرا غور کریں! رسول کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کے پڑاؤ ڈالنے میں انتشار کو گوارا نہ فرمایا اور آج امت اسلامیہ زندگی کے ہر شعبے میں انتشار کا شکار ہو چکی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۳) صحابہ کا تعمیل ارشاد رسول کریم ﷺ میں گھریلو گدھوں کے ابلتے ہوئے گوشت سمیت ہانڈیوں کو انڈیل دینا:

آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں اور باتوں سے روکتے تو ان کا رد عمل ان چیزوں اور باتوں سے یکسر اور یک لخت دور ہونے کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ ان پاک باز شخصیات کی سیرتوں میں اس قسم کے کتنے ہی دلائل و شواہد موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: (گھریلو) گدھے کھائے گئے۔"

نبی ﷺ خاموش رہے۔ وہ شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا اور عرض کیا: "(گھریلو) گدھے کھائے گئے۔"

نبی ﷺ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ وہی شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا: "(گھریلو) گدھوں کو ختم کر دیا گیا۔"

آنحضرت ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: "بے شک اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ گھریلو گدھوں (کے

---

[1] صحیح سنن أبي داود ۲/ ٤٩٨

کھانے) سے روکتے ہیں۔"

اسی وقت ہانڈیوں کو ابلتے اور جوش مارتے ہوئے گوشت سمیت زمین پر انڈیل دیا گیا۔"[1]

یہ اعلان سن کر نبی کریم ﷺ کے ان پاک باز سچی محبت کرنے والے ساتھیوں کو حیلہ سازی یا گنجائش اور رخصت ڈھونڈنے کی نہ سوجھی اور وہ اس بارے میں کیسے اور کیوں کر سوچ سکتے تھے جب کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ راہ محبت کی مبادیات میں سے ہے کہ چاہنے والے کی خواہشات اپنے محبوب کے حکم کے تابع ہوتی ہیں۔

(۴) شراب کے اعلان حرمت پر اس کا مدینہ کی گلیوں میں بہا دینا:

حضراتِ صحابہ کا مقدس گروہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی تعمیل میں نہ صرف عام مرغوب اور پسندیدہ چیزوں سے کنارہ کش ہو جاتا تھا بلکہ ان چیزوں کو بھی یکسر ترک کر دیتا تھا جن کی محبت انہوں نے اپنے آباء واجداد سے ورثے میں پائی تھی۔ وہ آج کے نام نہاد مسلمانوں کی طرح نہ تھے جو حیلہ سازی کے ماہر اور قیل و قال کے غازی ہیں۔ اپنی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کو ترک کرنے کے حکم کے بارے میں جن کا پہلے سے تیار شدہ جواب یہ ہے: "ہم ان چیزوں کے استعمال کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور ان کے بغیر ہمارا جینا ممکن نہیں۔"

ہماری اس بات پر دلالت کرنے والے دلائل و شواہد میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ: "میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ایک گروہ کو فضیح نامی شراب پلا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: "سنو! بے شک شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا

---

[1] صحیح البخاری ۷/۴۶۷-۴۶۸

: "یہ شراب باہر انڈیل دو۔"

میں اٹھا اور شراب کو باہر انڈیل دیا۔ (لوگوں کے کثرت سے شراب گلیوں میں انڈیلنے کی وجہ سے) وہ گلیوں میں بہنے لگی۔"[1]

شراب کی حرمت کا اعلان سن کر سچی محبت کرنے والے پاک باز انسانوں کا ردعمل اسے گلیوں میں پھینکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور اسی بنا پر شراب گلیوں میں اس طرح بہنے لگی جس طرح سیلاب کا پانی گلیوں میں بہتا ہے۔ اسی بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "اس روایت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس کے ہاں بھی شراب تھی اس نے گلی میں انڈیل دی یہاں تک کہ وہ کثرت سے گلیوں میں پھینکے جانے کی وجہ سے سیلاب کے پانی کی طرح بہنے لگی۔"[2]

یہ سارا عمل کسی بھی چوں چرا اور قیل و قال کے بغیر مکمل ہوا۔ امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں ابو طلحہ اور فلاں فلاں شخص کو شراب پلا رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: "کیا تمہیں خبر مل چکی ہے؟"

انہوں نے دریافت کیا: "کون سی خبر؟"

کہنے لگا: "شراب کو حرام قرار دے دیا گیا۔"

انہوں نے کہا: "اے انس! ان مٹکوں کو الٹ دو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "حرمت خمر کے بارے میں آدمی کے اطلاع دینے کے بعد کسی نے نہ تو دوبارہ اس بارے میں کوئی سوال کیا اور نہ کوئی تکرار کی۔"[3]

اللہ اکبر! ان پاک باز اور سچی محبت کرنے والوں کی اتباع و اطاعت کے کیا کہنے! انہی سچے اور مقدس لوگوں کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح البخاری ۱۱۲/۵

[2] فتح الباری ۳۹/۱۰

[3] صحیح البخاری ۲۷۷/۸

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ ﴾ [1]

ترجمہ : ''مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے کے لیے بلائے جائیں تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہو ''ہم نے حکم سنا اور حکم مانا'' یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوئے۔''

(۵) حکم نبوی ﷺ کی تعمیل میں صحابہ کا دشمنوں سے ایفائے عہد :

حضرات صحابہ صرف عام حالات ہی میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی تعمیل نہ کرتے بلکہ ہر قسم کے حالات میں' اور زندگی کے سب شعبوں میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کرتے۔ خوشی اور مسرت کا موقع ہو یا دکھ و غم اور مصیبت کا' ایام امن ہو یا حالت جنگ' اپنوں سے معاملہ ہو یا غیروں سے' غرضیکہ ہر حالت اور زندگی کے ہر شعبے میں آنحضرت ﷺ کی اطاعت کرتے۔ امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرات صحابہ کے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے دشمن سے ایفائے عہد کا ایک واقعہ حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے' جنہوں نے بیان کیا کہ ''معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ (مدت معاہدہ کے ختم ہونے سے پیشتر) معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی سرزمین کی طرف روانہ ہونا شروع کیا تاکہ مدت معاہدہ ختم ہوتے ہی ان پر یلغار کردیں۔

اسی وقت ایک شخص گھوڑے یا کسی اور سواری پر یہ الفاظ کہتے ہوئے نمودار ہوا : ''اللہ اکبر! اللہ اکبر! وفا کرو' بے وفائی نہ کرو۔''

لوگوں نے دیکھا تو وہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلا کر ان سے بات کا سبب دریافت کیا۔

انہوں نے جواب میں کہا : ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

---

[1] سورة النور /۵۱

ہے کہ: "جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ مدت پوری ہونے تک اس میں کمی و بیشی نہ کرے یا انہیں معاہدے کے ختم کرنے کے بارے میں پیشگی اطلاع دے۔"
(رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر) معاویہ رضی اللہ عنہ واپس پلٹ گئے۔"[1]

(۶) صحابہ کا تعمیل ارشاد نبوی ﷺ میں ریشمی مصنوعات سے اجتناب:

امام طبری روایت کرتے ہیں کہ جب اسلامی لشکر الیرموک پہنچا تو انہوں نے رومیوں کو پیغام بھیجا کہ ہم تمہارے سردار سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنے ہاں آنے اور اس سے گفتگو کا موقع دو۔

رومی سردار کو مسلمانوں کا پیغام ملا تو اس نے اسلامی وفد کو آنے کی اور ملاقات کی اجازت دے دی۔

حضرات صحابہ ابو عبیدۃ، یزید بن أبی سفیان، الحارث بن ہشام، ضرار بن الازور اور ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم رومی سردار[2] کے پاس پہنچے جو کہ شاہ روم کا بھائی تھا۔ رومی سردار تیس خیموں اور تیس قناتوں میں فروکش تھا جو کہ سب ریشم کے بنے ہوئے تھے۔

اسلامی وفد جب ان خیموں اور قناتوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ کہہ کر ان میں داخل ہونے سے انکار کر دیا: "ہم ریشمی مصنوعات کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے۔ ہمارے ساتھ گفت و شنید کے لیے باہر آؤ۔"

رومی سردار باہر بچھے ہوئے قالینوں پر آ گیا۔

یہ خبر ہرقل (شاہ روم) کو پہنچی تو کہنے لگا: "کیا میں نے تمہیں پہلے سے بتلا نہ دیا تھا۔ یہ ذلت کی ابتدا ہے۔ جو شام تھا وہ شام نہ رہے گا (یعنی سرزمین شام اب

---

[1] صحیح سنن أبی داود ۲/۵٦۸، صحیح سنن الترمذی ۲/۱۱۳-۱۱٤ اور الفاظ سنن أبی داود کے ہیں۔

[2] اس رومی سردار کا نام تذارق تھا (ملاحظہ ہو: البدایة والنهایة ۷/۹)

رومی کالونی نہ رہے گی)

منحوس نو مولود کے سبب رومیوں کے لیے تباہی اور بربادی۔"[1]

ایک دوسری روایت میں ہے : اسلامی وفد نے کہا :"ہم ان خیموں اور قناتوں میں داخلے کو جائز نہیں سمجھتے۔"

اس پر رومی سردار نے ریشمی قالین بچھانے کا حکم دیا۔ اسلامی وفد نے کہا :

"ہم ان قالینوں پر بھی نہیں بیٹھیں گے۔"

رومی سردار وفد اسلامی کے ساتھ اسی جگہ ملاقات کے لیے بیٹھا جہاں انہوں نے پسند کیا۔[2]

ان مقدس اور پاک باز حضرات صحابہ کو دشمنوں سے حالت جنگ میں ہونا اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کی اطاعت سے غافل نہ کر سکا۔ آپ کی اتباع میں انہیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہ تھی کہ اس میں ظاہری طور پر ان کے لیے خسارہ ہے یا نفع سابقہ بیان کردہ واقعہ میں اسلامی فوج کا روی سرحد سے دور ہٹنا بظاہر ان کے لیے مفید نہ تھا لیکن محبوب رب العالمین ﷺ کی پیروی کے لیے وہ اس قسم کے حساب کتاب کے قائل نہ تھے۔ آج کل کے کمزور یقین اور ناقص عقل والے نام نہاد مسلمانوں کی طرح ان کے ہاں اتباع حبیب کریم ﷺ کے بارے میں یہ تفریق نہ تھی کہ یہ سنت معمولی اور حقیر ہے' اس لیے اس کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری سنت اہم اور ضروری ہے' لہٰذا اس کو کر لیا جائے۔ راہ سنت سے فرار کے لیے وہ ان حیلہ سازیوں سے کوسوں دور تھے۔ وہ صرف اسی بات سے آشنا تھے کہ حبیب کریم ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھامنا ہے اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے۔ اس سے سرمو انحراف انہیں گوارا نہ تھا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو تا جب کہ وہ خود آنحضرت ﷺ سے سن چکے تھے :

---

[1] تاریخ الطبری ۳/ ۴۰۳

[2] البدایة والنهایة ۷/ ۹-۱۰

((وجعل الذلة والصغار علی من خالف أمري))[1]

"میرے حکم کی مخالفت کرنے والوں پر ذلت اور رسوائی مسلط کی گئی ہے۔"

انہوں نے اس فرمان مصطفوی ﷺ کو نہ صرف سن رکھا تھا بلکہ اسے دل کی گہرائی میں اتار رکھا تھا اور سینوں پر ثبت کر رکھا تھا۔ زندگی کے کسی بھی پہلو اور موڑ پر اسے نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔

کاش! امت اسلامیہ اس حقیقت کا ادراک کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت اور ذلت' اور فتح اور شکست کو کچھ باتوں سے وابستہ کر رکھا ہے۔ ان میں سے ایک اہم بات جناب نبی کریم ﷺ کی تابعداری اور نافرمانی ہے۔ ان کے اطاعت گزاروں کے لیے دنیا ہی میں سرفرازی' سربلندی' اور زمین میں قوت اور اقتدار کا پانا ہے اور ان کے نافرمانوں کے لیے دنیا ہی میں ذلت اور رسوائی ہے۔

شاید کہ امت مسلمہ اس حقیقت کو سمجھ کر اور اس کا اہتمام کر کے پستیوں سے نجات حاصل کر لے اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لے۔

(۷) صحابہ کا آنحضرت ﷺ کو جوتے اتارتے دیکھ کر جوتے اتارنے میں جلدی کرنا:

کسی کو چاہنے والا اس کے لبوں سے امر و نہی (کرو' نہ کرو) کے الفاظ کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ تو اس کی حرکات و سکنات کو شوق اور محبت سے ملاحظہ کرتا رہتا ہے' وہ اس کے چہرے کے تغیرات کو پڑھنے میں مگن رہتا ہے' اس کی آنکھوں کے اشاروں کو سمجھنا اس کا محبوب ترین مشغلہ ہوتا ہے۔ اور وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتا ہے تاکہ اپنے محبوب کی پسند اور ناپسند سے آگاہ ہو کر اس کے مرغوب کام کو سرانجام دے سکے اور اس کی ناپسندیدہ باتوں سے دور ہو سکے۔

حبیب کریم حضرت محمد ﷺ کے سچے چاہنے والوں کی کیفیت اس سے مختلف نہ تھی۔ انہوں نے تو آنحضرت ﷺ سے ایسی محبت کی کہ دشمن پکار اٹھا:

[1] رواه الامام أحمد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (ملاحظہ ہو: المسند ۱۲۲/۷)

((ما رأيت في الناس أحداً يحب احدا كحب أصحاب محمد محمدا ﷺ))[1]

"جتنی محبت محمد ﷺ کے ساتھیوں کو ان سے ہے اس قدر محبت کا اظہار میں نے لوگوں میں سے کسی کو کسی سے کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

وہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اوامر و نواہی کی تعمیل پر اکتفا نہ کرتے بلکہ آپ کی حرکات و سکنات کو محبت' عقیدت' احترام اور شوق سے ملاحظہ کرتے۔ آپ ﷺ کو کوئی عمل کرتے دیکھتے تو وہ عمل کرنے کے لیے لپک پڑتے۔ آپ ﷺ کو کسی کام سے کنارہ کش ہوتے ہوئے دیکھتے تو یک دم اس سے دور ہو جاتے۔ ان کی مقدس سیرتوں میں اس کے کتنے دلائل و شواہد ہیں۔ انہیں میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو امام ابو داؤد نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھانے کے دوران اپنے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ دیے۔ جب لوگوں نے یہ بات دیکھی تو انہوں بھی جوتے اتار دیے۔ نماز سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تمہیں جوتوں کے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟"

انہوں نے عرض کیا: "ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار ڈالے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس تو جبریل آئے اور بتلایا کہ ان جوتوں میں گندگی ہے۔"

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتے دیکھے اگر ان میں گندگی ہو تو اسے پونچھ کر ان میں نماز ادا کر لے۔"[2]

اللہ اکبر! وہ پاک باز اور مقدس حضرات آنحضرت ﷺ کی اتباع میں کس قدر جلدی کرنے والے تھے۔ رضي الله عنهم وأرضاهم۔

---

[1] ملاحظہ ہو: سيرة ابن هشام ۳/۹۵

[2] صحيح سنن أبي داود ۱/۱۲۸

(۸) ایک عورت کا آنحضرت ﷺ سے وعید سن کر سونے کے دونوں کنگن اتار دینا:

آنحضرت ﷺ کی اتباع کرنے والے صرف مرد ہی نہ تھے بلکہ آپ سے محبت کرنے والی ایمان دار عورتیں بھی اسی طرح آپ کی اطاعت کرتی تھیں۔ اس بارے میں کتب حدیث و سیرت میں کثرت سے دلائل موجود ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بیٹی کی کلائیوں میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟''

عورت نے عرض کیا: ''نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ سونے کے ان دو کنگنوں کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ کے دو کنگن پہنائے جائیں؟

راوی کا بیان ہے: ''عورت نے وہ دونوں کنگن اتار کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے اور عرض کیا: ''یہ دونوں (کنگن) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہیں۔''[۱]

اللہ اکبر! عورت نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی ملکیت ہی سے دستبردار ہوتے ہوئے انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں اللہ کی راہ میں انہیں خرچ کر دیں۔

(۹) گلی میں چلتی ہوئی عورتوں کے کپڑوں کا آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں دیواروں سے چمٹنا:

کوئی یہ نہ سمجھے کہ عورتوں کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی فوری اطاعت

[۱] صحیح سنن أبي داود ۱/۲۹۱

کوئی انوکھا یا نادر معاملہ تھا۔ ان مقدس اور پاک باز عورتوں کی سیرتوں کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے آگاہ ہیں کہ اتباع رسول ﷺ کے معاملے میں ان سب کی کیفیت ایسی ہی تھی۔

امام ابوداؤد حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے باہر راستے میں مردوں اور عورتوں کو اکٹھے چلتے ہوئے دیکھا تو (عورتوں سے) فرمایا: ''پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہیں راستے کے درمیان میں چلنے کا حق نہیں۔ تم گلی کے کناروں میں چلو۔''

اس کے بعد ہر عورت دیوار کے ساتھ اس طرح چمٹ کر چلتی کہ چلتے ہوئے اس کے کپڑے دیوار کے ساتھ اٹکتے تھے[1]

اللہ اکبر! مسلمان عورتوں نے کتنی جلدی اور کتنی شدت سے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت ﷺ کی محبت کی چوتھی علامت کے بارے میں گفتگو شروع کرنے سے قبل ہم سب مردوں اور عورتوں کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم اتباع رسول ﷺ میں اپنے اسلاف کی راہ پر ہیں یا اس سے کوسوں دور؟

کیا ہم میں سے بہت سے مرد حضرات ایسے نہیں ہیں کہ وہ اپنے دن کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ذبح کرنے سے کرتے ہیں؟

کیا اپنے تئیں مسلمان سمجھنے والی عورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں شرکت کرتے وقت نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو یکسر فراموش نہیں کر دیتی؟

کیا ہم میں سے بہت سے مرد اور خواتین بیرون ملک جانے کے بعد ایک سیرت وصورت اختیار نہیں کر لیتے کہ دیکھنے والے کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے کہ یہ مسلمان ہیں یا یہود ونصاریٰ؟

---

[1] صحیح سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق، رقم الحديث ٥٢٧٢_٤٣٩٢، ٩٨٩/٣. شیخ البانی نے اس کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہوں المرجع السابق ٩٨٩/٣).

نبی کریم ﷺ سے محبت کی چوتھی علامت

سنت مصطفیٰ ﷺ کی نصرت و تائید کرنا اور شریعت اسلامیہ کا دفاع کرنا

تمہید :

سب جانتے ہیں کہ کسی کے محبوب نے جس مشن کی تکمیل کی غرض سے اپنی جان و مال کو فدا کیا ہو اس کے چاہنے والے اس مشن کی خاطر اپنی جانوں اور مالوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ اس مشن کے لیے کسی قسم کی قربانی دینا ان کے لیے باعث سعادت اور سرمایہ افتخار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا مشن یہ تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور توحید کی طرف لایا جائے۔ غیر اللہ کی بندگی سے ہٹا کر بندوں کے تمہارب کی بندگی پر لگایا جائے۔ اس مشن کی تکمیل کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اپنی تمام توانائیاں، قوتیں اور صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اسی مقصد کے لیے اپنے سارے اوقات، وطن، مال اور جان کو لگا دیا۔ کلمۃ اللہ کی سربلندی اور کفر کو ختم کرنے کے لیے جہاد کرتے رہے۔ دین حق کی بالادستی اور ادیان باطلہ کو مٹانے کی خاطر ساری زندگی حق کے دشمنوں سے لڑتے رہے۔

آپ کے پاک باز سچے چاہنے والے حضرات صحابہ اس بارے میں بھی آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے۔ آپ کے مشن کی تکمیل کی غرض سے اپنی ساری صلاحیتیں، توانائیاں اور قوتیں صرف کرتے۔ دین اسلام کی سربلندی اور نشر و اشاعت میں جان و مال کی قربانی سے قطعاً دریغ نہ کرتے اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان پاک بازوں کے نقش قدم پر چلنے والے سچے محبان رسول ﷺ موجود ہیں، اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

اس چوتھی علامت کے متعلق آنحضرت ﷺ کے پاک باز ساتھیوں کے چند ایک واقعات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذیل میں بیان کیے جارہے ہیں۔

(ا) انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا راہ اللہ تعالیٰ میں اپنی جان کو قربان کرنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا:

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ معرکہ احد میں اسلامی صفوں میں اضطراب پیدا ہوگیا اور لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ قتل کردیئے گئے ہیں۔ اس خبر سے متاثر ہوکر بعض صحابہ کافروں سے لڑائی چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے: "تمہیں لڑائی سے کس بات نے بٹھادیا ہے؟"

انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ قتل کردیئے گئے ہیں۔"

کہنے لگے: "ان کے بعد تمہاری زندگی کس کام کی ہے؟ اٹھو اور اسی مشن کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرو جس کی خاطر انہوں نے اپنی جان قربان کردی۔[1]

اور اس کے بعد انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے دین حق کے دفاع اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کی خاطر اپنی جان کس طرح قربان کی؟

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ غزوہ احد کے دن جب عام لوگ پیچھے ہٹ گئے تو (انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے) کہا: "اے میرے اللہ! میرے ساتھیوں نے جو کیا ہے، میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے، اس سے اظہار براءت کرتا ہوں۔" پھر آگے بڑھے تو ان کی ملاقات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان سے کہنے لگے: "اے سعد بن معاذ! جنت! ربِ نضر کی قسم! مجھے احد کے اس طرف سے اس کی خوشبو آرہی ہے:"

---

[1] ملاحظہ ہو: سیرۃ ابن هشام ۳/۳۰، نیز ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویۃ لا بن حبان البستی ص ۲۲۵، جوامع السیرۃ ص ۱۶۲

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جو انہوں نے کیا میں وہ نہ کر سکا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے متعلق) بیان کیا: "ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تلوار' تیر اور نیزے کے ۸۰ سے زیادہ زخم تھے۔ اور وہ قتل ہو چکے تھے۔ مشرکوں نے ان کے ناک' کان اور دیگر اعضاء کاٹ دیئے تھے۔

ان کی ہمشیرہ کے سوا کوئی ان کی شناخت نہ کر سکا۔ ان کی ہمشیرہ نے بھی (انگلیوں کی) پوروں سے ان کی پہچان کی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم یہ سمجھتے یا گمان کرتے تھے کہ انس (ابن نضر) رضی اللہ عنہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تھی:

﴿مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ الی آخر الآیۃ[1]،[2]

"ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں کہ جس بات کا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھلایا"

رضی اللہ عنہ و ارضاہ

(۲) آنحضرت ﷺ کا پیغام پہنچاتے ہوئے جان فدا ہونے پر حرام رضی اللہ عنہ کی خوشی:

ایک اور سچے محب رسول ﷺ کافروں کو آنحضرت ﷺ کا پیغام پہنچاتے ہوئے نیزے کا نشانہ بنائے گئے جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے' لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں زخمی ہونے کے بعد اتنی مہلت عطا فرمائی کہ اس دارِ فانی سے کوچ کرنے سے پہلے جام شہادت نوش کرنے کی سعادت کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار

---

[1] سورۃ الاحزاب/ ۲۳

[2] صحیح البخاری ۶/ ۲۱

کر سکیں۔

ان کے ان جذبات کا ذکر اس روایت میں موجود ہے جو امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے ماموں (ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی) کو ستر سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حرام رضی اللہ عنہ' ایک لنگڑا شخص اور فلاں قبیلے کا ایک شخص' تینوں (وفد کی صورت میں کافروں کی طرف) روانہ ہوئے۔ حرام رضی اللہ عنہ نے (ان سے) کہا: "جب میں ان کی طرف جاؤں تو تم دونوں میرے قریب رہنا۔ اگر انہوں نے مجھے امان دیا تو تم میرے قریب ہی ہو گے اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ گے۔"

پھر حرام رضی اللہ عنہ نے (کافروں سے) کہا: "کیا تم مجھے امان دیتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دوں؟"

اس کے بعد حرام رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو شروع کی[1]

انہوں (کافروں) نے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے ان پر نیزے سے وار کر دیا۔

ہمام (جو اس واقعہ کے راویوں میں سے ایک ہیں) نے کہا: "میرا خیال ہے نیزہ ان کے جسم میں ایک طرف سے داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکل گیا۔"

انہوں (نیزے کے آر پار ہونے پر حرام رضی اللہ عنہ) نے کہا: "اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔"[2]

---

[1] تاریخ طبری میں ہے: حرام رضی اللہ عنہ ان کی طرف گئے اور ان سے کہا: اے مؤتہ کے کنویں والو! میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔" ایک آدمی گھر سے نکلا اور ان کے جسم کے ایک پہلو میں نیزے سے وار کیا جو دوسرے پہلو سے باہر نکل گیا۔(تاریخ الطبری ۳۸۸/۷)

[2] صحیح البخاری ۳۸۵/۷ - ۳۸٦

یہ تھی وہ سچی محبت جس کی وجہ سے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ اعتقاد پیدا ہوا کہ محبوب کے پیغام کے پہنچانے میں جان قربان کرنا کامیابی اور کامرانی ہے۔

رب کعبہ کی قسم! حقیقی کامیابی تو یہی ہے۔ اے اللہ! ہمیں اس کامیابی سے محروم نہ رکھنا' آمین یارب العالمین۔

(۳) صدیق رضی اللہ عنہ کا رحلتِ رسول کریم ﷺ اور حالات کی سنگینی کے باوجود جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنا:

رسول کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضرات صحابہ کو انتہائی سنگین اور کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ قبائل عرب مرتد ہو گئے اور انہوں نے مرکز اسلام مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ کیا۔ بقول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اس وقت حضرات صحابہ ایسی بکریوں کی مانند تھے جن کا چرواہا نہ رہا ہو اور مدینہ طیبہ اپنے باسیوں پر اس قدر تنگ ہو چکا تھا جس طرح انگوٹھی اپنے پہننے والے کی انگلی میں تنگ ہو جاتی ہے۔

ایسے نازک اور مشکل حالات میں لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے کا معاملہ سامنے آیا۔ اس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے دور رومیوں کے علاقے میں ان سے جہاد کرنے کے لیے تیار کیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی شدید بیماری اور پھر انتقال کی وجہ سے یہ لشکر کوچ نہ کر سکا تھا۔[۱]

ان پر خطر اور نازک حالات میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آپ ﷺ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ سچے محب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا موقف کیا تھا؟

اس کا جواب عاصم بن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں موجود ہے جس کو امام طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الطبری" میں نقل کیا ہے۔ عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ:

---

[۱] ملاحظہ ہو: السيرة النبوية لابن حبان البستي ص ٤٢٨

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دوسرے دن کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ : ''اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو پورا کیا جائے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سارے فوجی شہر سے نکل کر اپنی لشکر گاہ جرف میں پہنچ جائیں۔''

اور جب خطرناک صورت حال کے پیش نظر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنے لشکر سمیت مدینہ طیبہ رہنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لکھا :

((ما كنت لأستفتح بشيء أولى من إنفاذ أمر رسول الله ﷺ ولأن تخطفني الطير أحب إلي من ذلك)).[1]

''میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کے علاوہ کسی بھی اور کام سے (اپنے امور خلافت کا) آغاز کرنا مناسب نہیں سمجھتا، کسی اور کام سے ابتداء کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے کہ مجھے پرندے اچک لیں''

جب لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر قبائل عرب مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیں گے تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا :

((أنا أحبس جيشًا بعثهم رسول الله ﷺ. لقد اجترأت على أمر عظيم. والذي نفسي بيده لأن تميل العرب أحبّ إليّ من أن أحبس جيشًا بعثهم رسول الله ﷺ)).[2]

''جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا میں اس کو روک دوں! تو نے (یہ تجویز پیش کر کے) بڑی جسارت کی ہے۔ میرے نزدیک قبائل عرب کا حملہ آور ہونا رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکر کے روکنے سے زیادہ پسندیدہ ہے''

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط ص ١٠٠

[2] تاريخ الإسلام للذهبي (عصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) ص ٢٠ - ٢١

تاریخ الطبری میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

((والذی نفس أبي بکر بیده! لو ظننت أنّ السبّاع تخطفني لأنفذت بعث أسامة کما أمر به رسول اللّٰه ﷺ و لو لم یبق في القریٰ غیري لأنفذته)).[1]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو بکر کی جان ہے! اگر میں سمجھوں کہ لشکر اسامہ کے روانہ کرنے کی صورت میں درندے مجھے اچک کر لے جائیں گے تب بھی میں لشکر اسامہ کو اسی طرح روانہ کروں گا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔ اور اگر بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی اس کو روانہ کروں گا۔''

اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! حبیب کریم حضرت محمد ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ الوداع کرنے کے لیے خود ان کے ہمراہ نکلتے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سوار ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام تھامے جا رہے ہیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں :

((یا خلیفة رسول اللّٰه! و اللّٰه! لترکبنّ أو لأنزلنّ)).

''اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ بھی سوار ہو جائیے ورنہ میں سواری سے نیچے اتر آؤں گا''

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے ہیں :

((و اللّٰه! لا تنزل، و اللّٰه! لا أرکب. و ما عليّ أن أغبّر قدميّ في سبیل اللّٰه ساعة)).[2]

---

[1] تاریخ الطبری ۳/۲۲۵

[2] مرجع سابق ۳/۲۲۶

''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم سواری سے نہ اترو گے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ ہی میں سوار ہوں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے قدم کچھ دیر کے لیے غبار آلود ہو جائیں تو اس سے میرا کیا بگڑتا ہے؟''

اور پھر انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بایں الفاظ وصیت فرمائی:

((اصنع ما أمرك به نبي الله ﷺ. ابدأ ببلاد قضاعة ثم إيت آبل، ولا تقصّرنّ في شيء من أمر رسول الله ﷺ)).[1]

''اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے تمہیں جس بات کا حکم دیا اس کو پورا کرو۔ جہاد کا آغاز قضاعہ کی آبادی سے کرو، پھر آبل کی طرف آؤ۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((امض يا اسامة! في جيشك للوجه الذي أمرت به، ثم اغز حيث أمرك رسول الله ﷺ)).[2]

''اسامہ! اپنے لشکر کے ساتھ اسی جانب جاؤ جس طرف جانے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ پھر اسی مقام پر حملہ کرو جہاں رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حملہ کرنے کا حکم دیا۔''

اور رب محمد ﷺ کی قسم! حبیب کریم حضرت محمد ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت تو یہی ہے کہ ان کے ارشادات کے مطابق دین کے دفاع اور اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ کی خاطر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا جائے۔

(۴) سنگین حالات کے باوجود صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف جہاد:

جب مانعین زکوٰۃ کا معاملہ درپیش آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ حالات کی سنگینی

---

[1] تاریخ الطبری ۳/۲۲۷

[2] تاریخ الإسلام للذہبی ص ۲۰-۲۱

اور ناسازگاری کے باوجود نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے ان کے خلاف جہاد کے بارے میں اپنے پختہ ارادے اور ٹھوس عزم کا اظہار بایں الفاظ فرماتے ہیں :

((واللّٰه! لو منعوني عقالا كانوا يؤدونه الى رسول اللّٰه ﷺ لقاتلتهم على منعه)).[1]

"اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مال زکوٰۃ کی ایک رسی بھی روکی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے تو میں اس ایک رسی کے حصول کی خاطر بھی ان کے خلاف جہاد کروں گا۔"

اور پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بعض مرتد قبائل کے مدینہ طیبہ پر حملے کے ارادے کی خبر ہوئی تو خود تلوار سونتے ہوئے ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میرے باپ ہاتھ میں برہنہ تلوار لیے ہوئے اپنی سواری پر ذی القصۃ[2] کی طرف روانہ ہوئے۔"[3]

اور جب ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ کسی کو اپنا نائب نامزد کر کے مرتدین کے خلاف جہاد کے لیے روانہ کر دیں اور خود مدینہ طیبہ ہی میں تشریف رکھیں تو انہوں نے بایں الفاظ اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے جواب دیا :

((لا ، واللّٰه! لا أفعل ، ولأ واسينكم بنفسي))[4]

"نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسے نہ کروں گا۔ میں اپنی جان کے ساتھ تمہارا

---

[1] صحيح مسلم ۱/ ۵۲

[2] (ذی القصة): یہ جگہ مدینہ سے ربذہ کی جانب چوبیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ (ملاحظہ ہو معجم البلدان، رقم ۹۷۲، ٤/ ٤١٦)

[3] البداية والنهاية ٦/ ٣٥٥

[4] تاريخ الطبرى ٣/ ٢٤٧، نیز ملاحظہ ہو : الكامل فى التاريخ ٢/ ٢٣٣ اور البداية والنهاية ٦/ ٣٥٥

تعاون کروں گا۔"

سچا محبّ اس بات کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ جس دین حق کو اس کے محبوب حضرت محمد ﷺ لے کر آئے' وہ دین تو اس کو آوازیں دے رہا ہو اور وہ چین سے بیٹھا رہے؟ شریعت اسلامیہ کی مدد کی پکار کانوں میں پڑنے کے بعد وہ کس طرح دشمنوں کے مقابلے میں نکلنے سے گریز کر سکتا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے مقابلے میں ہماری کیفیت کیا ہے؟ کیا ہم دین حق کی مشرق و مغرب سے آنے والی چیخ و پکار کو نہیں سن رہے؟ کیا شریعت اسلامیہ کی دنیا کے گوشے گوشے سے اٹھنے والی صدائیں ابھی تک ہمارے بے حس کانوں سے گزر کر ہمارے نیم مردہ دلوں تک نہیں پہنچیں؟

اس پکار پر لبیک کہنے والے کتنے لوگ ہیں؟

نبی کریم ﷺ کی محبت کے دعوے کے باوجود کیا ہم میں سے بعض کے بارے میں اس بات کا خدشہ نہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان چسپاں ہو:

﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ أُوْلَٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَٰفِلُونَ ﴿١٧٩﴾ ﴾ [1]

"ان کے دل ایسے ہیں جن سے وہ (دین و آخرت کی باتیں) نہیں سمجھتے۔ ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے (ہدایت کا راستہ) نہیں دیکھتے۔ ان کے کان ایسے ہیں جن سے (حق کی بات) نہیں سنتے۔ یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔"

(۵) براء رضی اللہ عنہ کا دشمن کے باغ کا اندر سے دروازہ کھولنے کی خاطر اس میں پھینکے جانے کا مطالبہ:

معرکہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں نے باغ میں داخل ہو کر اندر

[1] سورۃ الاعراف/ ۱۷۹

سے دروازہ بند کر لیا۔ اس صورتِ حال میں ایک سچا محبّ اپنے مسلمان بھائیوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کو باغ کی دیوار کے اوپر سے باغ کے اندر پھینک دیا جائے تاکہ وہ اندر سے دروازہ کھول سکے۔ ان کا قصہ بیان کرتے ہوئے امام طبری فرماتے ہیں:

"پھر مسلمان پیش قدمی کرتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے ان کو (مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں کو) باغ تک دھکیل دیا۔ (وہی باغ جو بعد میں موت کے باغ (حديقة الموت) کے نام سے مشہور ہوا)۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن مسیلمہ کذاب بھی اسی باغ میں تھا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے آواز دی: "اے مسلمانو! مجھے ان پر باغ میں ڈال دو۔"

ایک دوسری روایت میں ہے: انہوں نے کہا: "اے مسلمانو! مجھے باغ میں ان پر پھینک دو۔"

لوگوں نے کہا: "اے براء! ایسے نہ کرو۔"

انہوں نے جواب میں کہا: "اللہ کی قسم! تم مجھے ضرور باغ میں ان پر پھینکو گے۔"

انہیں اٹھایا گیا یہاں تک کہ وہ دیوار پھلانگ کر باغ کے اندر داخل ہو گئے۔ پھر مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے لڑتے باغ کے دروازے تک پہنچے اور اس کو مسلمانوں کے لیے کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمانوں نے باغ کے اندر داخل ہو کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کذاب کو ان کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔[1]

اللہ اکبر! حضرت براء رضی اللہ عنہ نے رب عزوجل کی راہ میں اپنی قیمتی جان کو کس قدر ارزاں کیا! اور رب کعبہ کی قسم! ان کی جان ہم ایسے ناکاروں کی ہزاروں جانوں سے زیادہ قیمتی تھی۔

---

[1] تاريخ الطبري ۳/ ۲۹۰ نیز ملاحظہ ہو: الكامل في التاريخ ۲/ ۲٤٦

(٦) معرکہ یرموک میں چار سو مسلمانوں کی موت پر بیعت :

معرکہ یرموک میں ہم دیکھتے ہیں کہ چار صد سچے محب دین حق کے دفاع اور کلمۃ اللہ کی سربلندی اور فتنہ فساد کی سرکوبی کی خاطر موت پر بیعت کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عثمان غسانی سے ان کے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ : عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل نے (معرکہ یرموک کے موقع پر) کہا :

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بہت سے مقامات پر (ڈٹ کر) لڑائی کی۔ اور اب تمہارے (کافروں) مقابلے میں راہ فرار اختیار کروں ؟"

چار سو سرکردہ مسلمانوں اور سواروں نے ان کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور سمیت ان کی بیعت کی۔

پھر انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ثابت قدمی اور استقلال سے دشمن کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ سب زخمی ہو کر گر پڑے۔ اور ان میں کتنے حضرات نے وہیں اپنی جانوں کو نچھاور کر دیا۔" [1]

(٧) اسلامی لشکر کے لیے بڑے قلعے کا دروازہ کھولنے کی غرض سے زبیر رضی اللہ عنہ کا اوپر چڑھنا :

اسلام کی خاطر فداکاری اور جاںنثاری کا جو نمونہ معرکہ یمامہ میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے پیش کیا' وہی نقشہ سرزمین مصر میں ایک اور سچے محب حضرت زبیر اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم نے پیش کیا۔ قربانی اور سرفروشی کی ان مثالوں کی باہمی مشابہت میں تعجب اور حیرانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ وہ سب ایک ہی مدرسے کے تربیت یافتہ اور ایک ہی محبوب کے چاہنے والے تھے۔ وہ مدرسہ

---

[1] البدایة والنهایة ٧/١١-١٢ 'نیز ملاحظہ ہو : تاریخ الطبری ٣/٤٠١ اور الکامل فی التاریخ ٢/٢٨٣

ہے مدرسہ محمدیہ اور ان سب کے محبوب ہیں سید الکونین محبوب رب العالمین حضرت محمد ﷺ۔ امام ابن عبد الحکم نے حضرت زبیر اور ان کے رفقا رضی اللہ عنہم کی سر فروشی کے اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :

''جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ[1] کو فتح (مصر) میں تاخیر ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا : ''میں اپنی جان کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔''

پھر انہوں نے کبوتروں والے بازار کی جانب سے قلعے کے ساتھ سیڑھی لگائی اور قلعے کے اوپر چڑھ گئے اور مسمانوں کو حکم دیا کہ جب وہ ان کی تکبیر سنیں تو اس کے جواب میں وہ بھی (اللہ اکبر) کہیں۔

یکایک لوگوں نے دیکھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قلعے کی دیوار کے اوپر ہاتھ میں تلوار تھامے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں میں جوش پیدا ہوا اور وہ اتنی بڑی تعداد میں قلعے کی دیوار پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی طرف لپکے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو انہیں روکنا پڑا کہ کہیں سیڑھی ان کی کثرت کی وجہ سے ٹوٹ نہ جائے۔

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قلعے کے اندر داخل ہو کر بیک زبان نعرہ تکبیر بلند کیا اور قلعے کے باہر والوں نے بھی ان کے جواب میں نعرہ تکبیر بلند کیا تو اہل قلعہ کو یقین ہو گیا کہ سارے مسلمان قلعے کے اندر گھس چکے ہیں اور انہوں نے راہ فرار اختیار کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی قلعے کے دروازے کی طرف بڑھے اور اس کو اندر سے کھول دیا۔ اور مسلمان قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔''[2]

رضی اللہ تعالیٰ عنہم وأرضاھم (اللہ تعالیٰ ان سر فروشوں پر راضی ہو جائے اور انہیں خوش کر دے)۔ وہ دین حق کی محبت اور اس کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کرنے میں

[1] حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس وقت سر زمین مصر میں جہاد کرنے والی اسلامی فوج کے امیر تھے
[2] فتوح مصر و أخبارھا ص ٥٢

کس قدر سچے تھے!

(۸) نعمان بن مقرّن رضی اللہ عنہ کی اپنی شہادت کے ساتھ مسلمانوں کی فتح کی دعا:

معرکہ نہاوند میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک اور سچا محبّ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کے ساتھ مسلمانوں کو فتح دے۔ حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ: جب معرکہ نہاوند میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر میں قتل ہو گیا تو کوئی میری طرف پلٹ کر نہ دیکھے اور میں ایک دعا کرنے لگا ہوں' تم میری اس دعا پر آمین کہنا۔''

پھر انہوں نے دعا کی:

''اللّٰهم ارزقني الشهادة بنصر المسلمين''

''اے میرے اللہ! میری شہادت کے ساتھ مسلمانوں کو فتح نصیب فرما''

لوگوں نے ان کی دعا پر آمین کہی۔

اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں سب سے پہلے قتل کیے گئے[1]

جعله الله تعالیٰ من الشهداء.

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: ''اے میرے اللہ! اپنے دین کو سر بلند فرما۔ اپنے بندوں کی مدد فرما۔ اور اپنے دین کی سرفرازی اور بندوں کی نصرت کے لیے نعمان کو پہلا شہید بنا۔''[2]

کتنی عظیم اور شان والی ہے یہ دعا! ایسی دعا کی سعادت ہر کس و ناکس کو تو نصیب نہیں ہوتی۔ صبر کرنے والے اور بڑے نصیب والے ہی اس سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

﴿ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ

---

[1] تاریخ الاسلام ص ۲۲۵' نیز ملاحظہ ہو: الکامل فی التاریخ ۳/ ۵

[2] ملاحظہ ہو: الکامل في التاریخ ۳/ ۵

عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ [1]

(۹) راہ اللہ عزوجل میں جانیں فدا کرنے کی خاطر مسلمانوں کا اشتیاق :

چوتھی علامت کے بارے میں اپنی گفتگو کا اختتام حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر کے ساتھ کرتا ہوں جو انہوں نے شاہ اسکندریہ مقوقس کے سامنے کی اور جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے سچے دعوے داروں کے ان جذبات صادقہ کا اظہار کیا جو کہ وہ فتنہ کی سرکوبی اور دین حق کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کو نچھاور کرنے کے بارے میں رکھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں :

''ہم میں سے ہر ایک صبح و شام اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمائے۔ اور اس کو اس کے وطن اور اہل و عیال کی طرف واپس نہ پلٹائے۔ ہم میں سے کسی کی بھی منزل پیچھے نہیں۔ ہم سب تو اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکے ہیں۔ اور ہماری منزل تو آگے ہے۔'' [2]

قارئین کرام! اب سوال یہ ہے : کیا ہم ایسے ہی ہیں ؟

اے ہمارے رب حی و قیوم! ہم سب کو ایسے ہی جذبات صادقہ عطا فرما۔
آمین یارب العالمین

○○○

---

[1] سورۃ حم السجدۃ / ۳۵

[2] فتوح مصر و أخبارھا ص ٥٤

ایک ضروری تنبیہ

شانِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں راہِ اعتدال سے نہ ہٹنا

یہاں اس بات کی تنبیہ کرنی ضروری ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت کی آڑ میں راہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں ایسے اوصاف بیان کرتے ہیں جن کا ذکر نہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور نہ خود آنحضرت ﷺ نے۔ بلکہ بعض لوگ تو اس بارے میں اس حد تک بے اعتدالی کا شکار ہوتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لیے ایسی صفات کا ذکر کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہیں۔

اگر ان حضرات کو ایسی بے اعتدالی سے منع کیا جائے تو وہ آنحضرت ﷺ سے بے پناہ محبت کے دعوے کو اپنی بے اعتدالی کے لیے وجہ جواز قرار دیتے ہیں اور منع کرنے والوں کو الزام دیتے ہیں کہ ان کے دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے خالی ہیں۔

اور وہ خود اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تعریف میں مبالغہ آرائی اور دروغ گوئی سے روکا ہے۔ امام بخاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی نہ کرنا جس طرح نصرانیوں نے ابن مریم علیہما السلام کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی۔ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ تم (میرے بارے میں) کہو: ''اللہ کا بندہ اور

رسول۔ [1]

آنحضرت ﷺ کی مدح و ثنا میں راہ اعتدال سے تجاوز کرنے والے اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس بات سے شدت سے روکا کہ آپ کے لیے ایسی صفات ذکر کی جائیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مختص ہیں۔ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ وہ ہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور آپ چاہیں گے تو آپ نے اس کو ایسی بات کہنے پر سختی سے ڈانٹا۔ امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

"ماشاء اللّٰه و شئت" (وہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور آپ چاہیں گے)

آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے؟ (اس کی بجائے یہ) کہو: "ماشاء اللّٰه وحده" (وہ ہو گا جو تنہا اللہ تعالیٰ پسند کرے گا) [2]

اسی طرح جب دو بچیوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہا کہ: "ہم میں وہ نبی ہے جو آنے والے کل کی باتوں کو جانتا ہے" تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ایسی بات کہنے سے روک دیا۔

امام ابن ماجہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میری شادی کی صبح رسول اللہ ﷺ (ہمارے ہاں) تشریف لائے۔ دو ننھی بچیاں جنگ بدر میں قربان ہونے والے میرے رشتہ داروں کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اسی دوران انہوں نے کہا: "و فینا نبی یعلم ما فی غد" (ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات سے آگاہ ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم کیا کہہ رہی ہو؟ ایسے مت کہو۔ جو کچھ کل ہو گا اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔" [3]

---

[1] صحیح البخاری ٦/٤٧٨

[2] المسند ٣/٢٥٣ شیخ احمد محمد شاکر نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ہامش المسند ٣/٢٥٣)

[3] سنن ابن ماجہ ١/٣٥٠

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی بات نہ کہو۔ اس سے پہلے جو بات کہہ رہی تھی وہ ہی کہتی جاؤ۔''[1]

رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بعض دعوے دار آپ کی قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں: ''نبی ﷺ کی قسم' رسول اللہ ﷺ کی قسم۔'' وہ اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ جس کسی نے قسم کھانی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔''[2]

نبی کریم ﷺ سے محبت کے دعوے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے لیے ایسی صفات کا ذکر کیا جائے جن سے آپ نے خود روکا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن باتوں سے روکا ہے ان سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾[3]

ترجمہ: ''اور جو تمہیں رسول دیں اس کو تھام لو۔ اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے رک جاؤ۔''

اے ہمارے رب رحیم و کریم! ہم سب کو اپنے رسول کریم ﷺ کی ایسی محبت نصیب فرما جو آپ کو پسند ہے۔ آمین یا حي یا قیوم

○○○

---

[1] صحیح البخاری ۹/۲۰۲
[2] مرجع سابق ۹/۲۰۲
[3] سورۃ الحشر/ ۷

خاتمہ

اللہ رب العالمین کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھ ایسے ناکارے کو یہ کتابچہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب ان ہی سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائیں۔

اس کتابچے میں بیان کردہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے :

۱: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان' والدین' اہل و عیال' مال و دولت اور ہر چیز سے زیادہ محبت کرے۔

۲: رسول کریم ﷺ سے دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت' دنیا میں لذتِ ایمان اور آخرت میں آنحضرت ﷺ کی ہم نشینی کے حصول کے اسباب میں سے اہم سبب ہے۔

۳: نبی کریم ﷺ کی محبت کی علامتیں ہیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل چار نشانیوں کا ذکر اس کتابچے میں کیا گیا :

ا: آنحضرت ﷺ کے دیدار اور صحبت کے حاصل کرنے کی شدید خواہش اور آپ ﷺ کے دیدار اور صحبت سے محرومی دنیا کی تمام چیزوں کی محرومی سے زیادہ گراں اور شاق ہونا۔

ب: آنحضرت ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے جذبات سے اپنے سینے کو لبریز پانا۔

ج: آنحضرت ﷺ نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرنا' اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنا۔

: سنت مصطفیٰ ﷺ کی نصرت و تائید کرنا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت حقہ کے دفاع کی خاطر ہمہ وقت مستعد اور تیار رہنا۔

۴: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کرنے والے تھے۔ ان کی نگاہوں میں آنحضرت ﷺ کا دیدار اور صحبت دنیا اور دنیا کے سارے مال و متاع سے زیادہ قیمتی تھی۔ وہ آنحضرت ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی اتباع میں وہ ضرب المثل تھے۔ تائید سنت اور دفاعِ شریعت کی خاطر اپنی قیمتی جانوں کو قربان کرنے کے لیے وہ ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے تھے۔

۵: کوئی مسلمان آنحضرت ﷺ کی محبت کی آڑ میں راہِ اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔ آپ ﷺ کے متعلق ایسی صفات بیان نہ کرے جو قرآن و سنت میں نہیں۔ قرآن و سنت میں بیان کردہ صفات سے تجاوز آنحضرت ﷺ کی محبت کی علامت نہیں بلکہ گمراہی ہے۔

اس موقع پر میں تمام مسلمانان عالم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح حقیقی اور سچی محبت کریں جس طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے۔ صرف محبت کے دعوے پر اکتفا نہ کریں اور نہ ہی آپ ﷺ کی محبت کی آڑ میں راہِ اعتدال سے تجاوز کریں۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی نبینا وعلی آلہ و أصحابہ و أتباعہ و بارك و سلم و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

○○○

فهرس المصادر والمراجع

١- «**أيسر التفاسير**» لشيخ أبي بكر جابر الجزائري. الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

٢- «**البداية والنهاية**» للحافظ ابن كثير. ط: مكتبة المعارف بيروت. الطبعة الثانية ١٣٩٤هـ.

٣- «**بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني**» للشيخ أحمد عبد الرحمن البنا. ط: د. الشهاب القاهرة بدون الطبعة و سنة الطبع.

٤- «**تاريخ الإسلام**». للحافظ الذهبي بتحقيق د. عمر عبدالسلام تدمري. ط: دار الكتاب العربي بيروت. الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

٥- «**تاريخ خليفة بن خياط**». بتحقيق د. أكرم ضياء العمري. ط: دار طيبة الرياض. الطبعة الثانية. ١٤٠٥هـ.

٦- «**تاريخ الطبرى**» المسمّى (تاريخ الأمم و الملوك) للإمام ابن جرير الطبرى بتحقيق الأستاذ أبي الفضل إبراهيم. ط: دار سويدان بيروت بدون سنة الطبع.

٧- «**تفسير القرطبي**». المسمّى (الجامع لأحكام القرآن) للإمام أبي عبد الله القرطبي. ط: دار إحياء التراث العربي بيروت. سنة الطبع ١٩٦٥م.

٨- «**تفسير الكشاف**» لأبي القاسم جار الله الزمخشرى. ط: دار المعرفة بيروت بدون الطبعة و سنة الطبع.

٩- «**جوامع السيرة**» للإمام ابن حزم بتحقيق د. إحسان عباس و د. ناصر الدين الأسد الناشر: حديث أكادمي فيصل آباد باكستان. سنة الطبع ١٤٠١هـ.

١٠- «**زاد المعاد في هدي خير العباد ﷺ**» للإمام ابن قيم الجوزية. ط: مؤسسة الرسالة بيروت و مكتبة المنار الإسلامية الكويت. الطبعة الرابعة عشر ١٤٠٧هـ.

١١- «**سير أعلام النبلاء**» للحافظ الذهبي. ط: مؤسسة الرسالة بيروت. الطبعة الثانية.

۱۴۰۲ھ۔

۱۲۔ «**السيرة النبوية و أخبار الخلفاء**» للإمام ابن حبان البستى بتصحيح الحافظ السيد عزيز بك و جماعة من العلماء. ط: مؤسسة الكتب الثقافية بيروت. الطبعة الأولى، ۱۴۰۷ھ۔

۱۳۔ «**السيرة النبوية**» للإمام ابن هشام بتقديم و تعليق طه عبد الرؤوف سعد. ط: مكتبة الكليات الازهرية الأزهر، بدون الطبعة و سنة الطبع.

۱۴۔ «**السيرة النبوية الصحيحة**» للدكتور أكرم ضياء العمرى. ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة. سنة الطبع ۱۴۱۲ھ۔

۱۵۔ «**شرح النووي على صحيح مسلم**» للإمام النووي. ط: دار الفكر بيروت، سنة الطبع ۱۴۰۱ھ۔

۱۶۔ «**الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية**» للإمام الجوهري. ط: دار العلم لملايين بيروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۹ھ بتحقيق الشيخ أحمد عبد الغفور عطار.

۱۷۔ «**صحيح البخارى**» (المطبوع مع فتح البارى) للإمام البخارى. نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد الرياض، بدون سنة الطبع.

۱۸۔ «**صحيح سنن أبى داود**» باختصار السند، و صحح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني. الناشر: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض. الطبعة الأولى، ۱۴۰۹ھ۔

۱۹۔ «**صحيح سنن ابن ماجة**» اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى، نشر: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض. الطبعة الثالثة، ۱۹۸۶م.

۲۰۔ «**صحيح سنن النسائى**» باختصار السند، و صحح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى. الناشر: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض. الطبعة الأولى، ۱۴۰۹ھ۔

۲۱۔ «**صحیح مسلم**» للإمام مسلم بن الحجاج القشیری بتحقیق الشیخ محمد فؤاد عبدالباقي. نشر وتوزیع: رئاسة إدارات البحوث العلمیة والإفتاء والدعوة و الإرشاد الریاض، سنة الطبع ۱۴۰۰ھ.

۲۲۔ «**الطبقات الکبری**» للإمام ابن سعد. ط: دار بیروت و دار صادر بیروت، سنة الطبع ۱۳۸۸ھ.

۲۳۔ «**عمدة القاری شرح صحیح البخاری**» للعلّامة بدرالدین العینی. ط: دار الفکر بیروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

۲۴۔ «**غریب الحدیث**» للإمام ابن الجوزی بتحقیق د. عبد المعطی أمین قلعجی . ط: دار الکتب العلمیة بیروت۔ الطبعة الأولی، ۱۴۰۵ھ.

۲۵۔ «**فتح الباری**» للحافظ ابن حجر. نشر وتوزیع: رئاسة إدارات البحوث العلمیة والإفتاء والدعوة والإرشاد الریاض، بدون سنة الطبع.

۲۶۔ «**الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد بن حنبل**». للشیخ أحمد عبد الرحمن البنا. ط: دار الشهاب القاهرة، بدون الطبعة و سنة الطبع.

۲۷۔ «**فتوح مصر و أخبارها**» لأبي القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الحکم بتقدیم و تحقیق الأستاذ محمد صُبیح. توزیع: مکتبة ابن تیمیة القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

۲۸۔ «**الکامل فی التاریخ**» للإمام ابن الأثیر. الناشر: دار الکتاب العربي بیروت. الطبعة السادسة.

۲۹۔ «**لسان العرب المحیط**» للعلامة ابن منظور الإفریقی. (إعداد و تصنیف: یوسف خیاط). ط: دار لسان العرب. بیروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

۳۰۔ «**مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**» للحافظ نور الدین الهیثمي. ط: دار الکتاب العربی بیروت. الطبعة الثالثة، ۱۴۰۲ھ.

۳۱۔ «**مختصر تفسیر ابن کثیر**» (اختصره و علّق علیه الشیخ محمد نسیب الرفاعی).

ط: مكتبة المعارف الرياض. الطبعة الخامسة، ١٤٠٨هـ.

٣٢- ((**المستدرك على الصحيحين**)) للإمام أبي عبد الله الحاكم. ط: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٣٣- ((**المسند**)) للإمام أحمد بن حنبل بتحقيق الشيخ أحمد بن محمد شاكر. ط: دار المعارف بمصر. الطبعة الثالثة.

٣٤- ((**مسند أبي يعلى الموصلي**)) بتحقيق و تخريج الأستاذ حسين سليم أسد. ط: دار المأمون للتراث دمشق. الطبعة الأولى، ١٤٠٤هـ.

٣٥- ((**معجم البلدان**)) للإمام ياقوت الحموي بتحقيق الأستاذ فريد عبد العزيز الجندي ط: دار الكتب العلمية بيروت. الطبعة الأولى، ١٤١٠هـ.

٣٦- ((**منحة المعبود في ترتيب مسند الطيالسي أبي داود**)) للشيخ أحمد عبد الرحمن البنا. الناشر: المكتبة الإسلامية بيروت. الطبعة الثانية، ١٤٠٠هـ.

٣٧- ((**الموطأ**)) للإمام مالك بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي. ط: عيسى البابي الحلبي و شركاه. سنة الطبع ١٣٧٠هـ.

٣٨- ((**النهاية في غريب الحديث و الأثر**)) للإمام ابن الأثير بتحقيق الأستاذين/ طاهر أحمد الزاوي ومحمود محمد الطناحي. ط: المكتبة الإسلامية، بدون سنة الطبع.

OOO

مؤلف کی کتب

عربی کتب:

١ـ التقویٰ أهميتها وثمرتها وأسبابها

٢ـ الأذكار النافعة

٣ـ فضل آية الكرسي و تفسيرها

٤ـ إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً

٥ـ حب النبي ﷺ وعلاماته

٦ـ وسائل حب النبي ﷺ

٧ـ مختصر حب النبي ﷺ و علاماته

٨ـ النبي الكريم ﷺ معلماً

٩ـ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)

١٠ـ من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم

١١ـ فضل الدعوة إلى الله تعالىٰ

١٢ـ ركائز الدعوة إلى الله تعالىٰ

١٣ـ الحرص علىٰ هداية الناس(في ضوء النصوص وسير الصالحين)

١٤ـ السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالىٰ

١٥ـ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين(في ضوء الكتاب والسنة)

١٦ـ من صفات الداعية: اللين والرفق

١٧ـ الحسبة: تعريفها ومشروعيتها و وجوبها

١٨ـ الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنہم

١٩۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر

٢٠۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر(في ضوء النصوص و سير الصالحين)

٢١۔ حكم الإ نكار في مسائل الخلاف

٢٢۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه

٢٣۔ الاحتساب على اللأطفال

٢٤۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما(دراسة دعوية)

٢٥۔ مفاتيح الرزق(في ضوء الكتاب والسنة)

٢٦۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي

٢٧۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلام

٢٨۔ شناعة الكذب وأنواعه

٢٩۔ لاتيئسوا من روح الله

٣٠۔ عظيم منزلة البنت ومكانتها

اردو کتب:

١۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب

٢۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد

٣۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

٤۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

٥۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

٦۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد

٧۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

٨۔ بیٹی کی شان وعظمت

٩۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

دیگر زبانوں میں:

بنگالی:

۱۔ اذکارِ نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ باجماعت نماز کی اہمیت

۴۔ حج وعمرہ کی آسانیاں (مختصر)

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ بیٹی کی شان وعظمت

۷۔ رزق کی کنجیاں

۸۔ فضائل دعوت

۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر

۱۰۔ لاتیئسوا من روح اللہ (زیرِ طبع)

۱۱۔ تقویٰ (زیرِ طبع)

انڈونیشی:

۱۔ اذکار نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

۴۔ رزق کی کنجیاں

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے (زیرِ طبع)

۶۔ لاتیئسوا من روح اللہ (زیرِ طبع)

فرانسیسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

انگریزی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۲۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی (زیر طبع)

۳۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری (زیر طبع)

۴۔ بیٹی کی شان وعظمت (زیر طبع)

فارسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

مصنف کے تیار کردہ پوسٹر

۱۔ دعا کی شان وعظمت

۲۔ قبولیتِ دعا کے اسباب

۳۔ مرادیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دُعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دُعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قُرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

نبی کریم ﷺ کی محبت کے اسباب

اس سلسلے میں توفیق الٰہی سے کتاب ھذا میں درج ذیل سات اسباب بیان کیے گئے ہیں:

۱) نبی کریم ﷺ کی محبت کی فرضیت کو ہمیشہ یاد رکھنا

۲) آپ ﷺ کی محبت کے ثمرات کو پیش نظر رکھنا

۳) آپ ﷺ کے احسانات کو فراموش نہ کرنا

۴) آپ ﷺ کے عظیم مقام و مرتبہ کو ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھنا

۵) آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کو یاد کرتے رہنا

۶) کثرت سے آپ ﷺ کا ذکر کرنا اور آپ پر درود پڑھنا

۷) آنحضرت ﷺ کے محبین کے احوال کو دہراتے رہنا

مذکورہ بالا اسباب کے متعلق گفتگو قرآن وسنت اور علمائے امت کی تحریروں کی روشنی میں کی گئی ہے۔
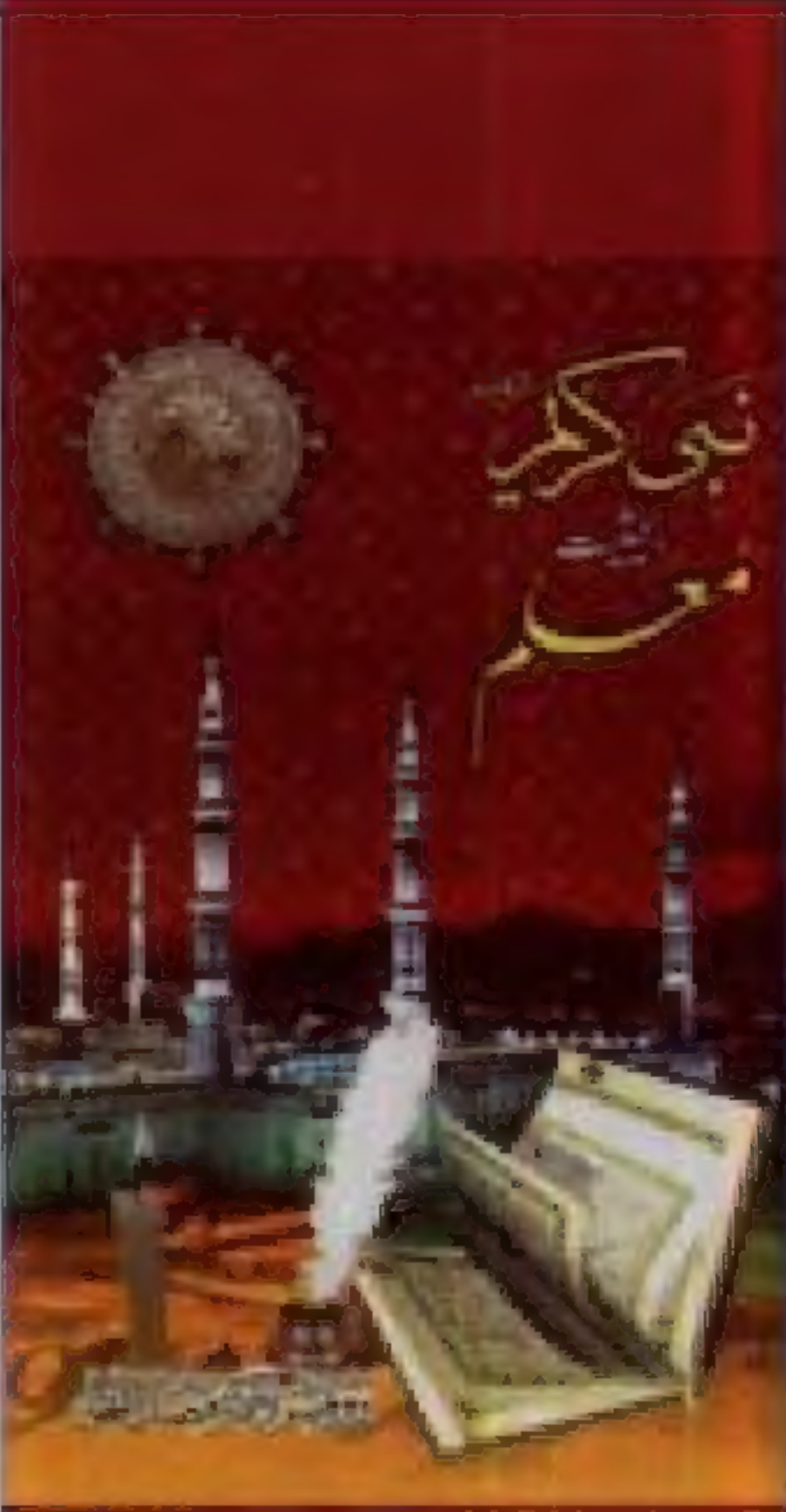
نبی کریم ﷺ
بحیثیت
معلم
کتاب کا مرکزی موضوع:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت معلم سیرت طیبہ کے متعلق چھیالیس ۴۶ باتوں کا بیان،
جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:
★ ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
★ مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم
★ دوران تعلیم اشاروں، شکلوں، اور لکیروں کا استعمال
★ تعلیم بالعمل
★ عمدہ استفسار کی تعریف
★ پہلے اجمال پھر تفصیل
★ فقیر شاگردوں کے لئے ایثار
★ طلبہ کی صلاحیتوں کا ادراک
★ آسانی کرنے والے معلم
کتاب کے نمایاں خصائص:
★ اساس کتاب قرآن وسنت
★ استدلال واستشہاد میں حضرات مفسرین ومحدثین سے استفادہ
★ غیر ثابت شدہ روایات سے احتراز
دارالنور اسلام آباد
0321-5336844
0333-5139853